دعوتِ عمل

سید عبدالمنان شاہد ملتانی

اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

وہ ہمتیں، وہ ولولے، وہ اضطراب کیا ہوئے
وہ غلغلے وہ نعرہ ہائے انقلاب کیا ہوئے

ہم اتنے مضمحل نہ تھے!

ہزار بار زندگی سے اپنے رُخ کو موڑ کر
ہزار بار غیر حق کے بندھنوں کو توڑ کر

تمہارا قافلہ رہا ہے اہلِ حق کا ہم عناں
تمہاری جرأتیں رہیں ہمیشہ حق کی پاسباں

یہ دل گرفتگی ہے کیوں؟

میں جانتا ہوں شیطنت عروج پر ہے آج کل
بہیمیت کا رقص و رنگ تیز تر ہے آج کل

یہ قہر، یہ تباہیاں، یہ ظلم، یہ ستم بجا
یہ حادثاتِ بیش و کم، یہ سیل رنج و غم بجا

پر، اس طرح سے وقف حزن و یاس کیوں ہو ساتھیو؟
اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

تم اس فشار شور و شر سے ہاؤ ہو سے ڈر گئے
مصائبِ رہِ تلاش و جستجو سے ڈر گئے

قدم بڑھاؤ ساتھیو نظام حق کی راہ میں
ہزار نصرتیں نہاں تمہاری اِک نگاہ میں

قدم بڑھاؤ ساتھیو
اُداس کیوں ہو ساتھیو؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعۃ

موت

(از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب جامع مسجد شیرانوالہ دروازہ لاہور)

برادران اسلام آج کی معروضات کا عنوان موت ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ موت ایک ایسی چیز ہے۔ جس کا تعلق ہر ایک انسان سے ہے۔ اس لئے موت کے متعلق جو ضروری معلومات ہیں۔ ہر ایک انسان کو ان کا معلوم ہو جانا مفید اور نتیجہ خیز ہوگا

قولہ تعالےٰ :۔ وَ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا اَخَّرْتَنِيْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ سورہ المنافقون رکوع ۲ پ ۲۸

(اے ایمان والو) اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تم کو روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آ جائے۔ تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کے لئے ڈھیل کیوں نہ دی۔ کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں ہو جاتا۔

موت کی دو قسمیں

برادران اسلام اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں اعلان ہے کہ ہم نے ہر چیز کی دو قسمیں پیدا کی ہیں۔ اس قاعدے کے مطابق موت کی بھی دو قسمیں ہونی چاہئیں۔ قرآن مجید اور حدیث شریف میں غور سے دیکھا جائے تو واقعی موت کی بھی دو قسمیں نظر آتی ہیں۔ موت محمود یا موت مذموم کہہ دیجئے یا اچھی اور بُری موت کہہ دیجئے۔ دونوں الفاظ استعمال کئے جا سکتے ہیں۔

موت محمود والوں کے اوصاف

قولہ تعالےٰ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَ مَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (سورہ الانعام رکوع ۲۰ پ ۸)

کہہ دو بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا تھا اور میں سب سے پہلا فرمانبردار ہوں۔

نتیجہ

سید المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی اور موت دونوں ہی محمود اور قابل رشک ہیں۔ اسی لئے آپ کی اُمّت کو آپ کا نمونہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا جو شخص اپنی موت محمود بنانا چاہے۔ اسے اپنی زندگی کا مقصد اللہ تعالےٰ کی اطاعت و فرمانبرداری بنا چاہیئے

قولہ تعالےٰ وَ مَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ سورۃ النساء پ ۵ رکوع ۱۴ ترجمہ

اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اسکو موت پالے تو اللہ کے ہاں اس کا ثواب ہو چکا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

نتیجہ۔ جو لوگ اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے گھر سے نکل کر باہر جاتے ہیں۔ پھر اگر وہ مر جائیں تو انکا ثواب اللہ تعالیٰ انھیں

اللہ تعالیٰ کی راہ میں سفر کرنیوالے

۱۔ مجاہد جو اللہ تعالےٰ کے دین کی حفاظت کرنے کے لئے میدان جنگ میں جائے۔

۲۔ حاجی جو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے حج کرنے کے لئے جائے۔

۳۔ عالم دین۔ جو محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دین کی تبلیغ کے لئے جائے۔

۴۔ طالب العلم۔ جو اللہ تعالےٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے دین کا علم پڑھنے کے لئے جائے۔

علیٰ ہذا القیاس

۵۔ جو شخص بھی اللہ تعالیٰ رضا حاصل کرنے کے کسی کام کے لئے گھر سے باہر جائے وہ فی سبیل اللہ کہلائے گا۔ مثلاً آج کل رضا کاران احرار سیلاب میں تباہ ہونے والے مسلمانوں کے مکانات تعمیر کرنے کے لئے باہر جاتے ہیں۔ یہ بھی فی سبیل اللہ میں ہی شمار ہوں گے۔ جو شخص بھی فی سبیل اللہ سفر کرے اور اسی سفر میں موت آئے۔ تو وہ موت محمود ہوگی۔

دعا

اللہ تعالےٰ ہم سب مسلمانوں کو موت محمود سے دُنیا سے رُخصت ہونے کی نعمت نصیب فرمائے۔ آمین

موت محمود کی اور قسمیں

عن جابر بن عتیک قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الشہادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللہ المطعون شہید والغریق شہید وصاحب ذات الجنب شہید والمبطون شہید وصاحب الحریق شہید والذی یموت تحت الہدم شہید والمرأۃ تموت بجمع شہید (رواہ مالک و ابوداؤد والنسائی)

جابر بن عتیک سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والے شہید کے سوا شہید کی اور سات قسمیں ہیں۔ طاعون سے مرنے والا شہید ہے۔ ڈوب کر مرنے والا شہید ہے نمونیہ سے مرنے والا شہید ہے اور ہیضہ والا شہید ہے۔ جل کر مرنے والا شہید ہے۔ اور وہ جو دب کر مر جائے شہید ہے۔ اور عورت جو زچگی کی حالت میں مر جائے شہید ہے۔

موت مذموم

قولہ تعالےٰ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ مَاتُوْا وَ هُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۚ لَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ۝

(سورۃ البقرہ رکوع ۱۹)

بیشک جنہوں نے انکار کیا اور انکار ہی کی حالت میں مر بھی گئے تو ان پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں اور سب لوگوں کی بھی۔ وہ ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔ ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا۔ اور نہ وہ مہلت دیئے جائیں گے۔

الحاصل

حاصل یہ نکلا کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کے تسلیم کرنے سے انکار کرنے سے انسان لعنت کی موت مرتا ہے اور جہنم رسید ہو جاتا ہے۔ ہمارے پنجاب کے زمینداروں اور جائداد والوں کو اللہ ہدایت دے اور بیٹیوں اور بہنوں کو باپ کی جائیداد سے حصّہ دے دیں اور رواج کو ترک کر دیں۔ ورنہ لعنت کی موت ہوگی۔

قولہ تعالےٰ :۔ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْۤا اَيْدِيْهِمْ ۚ اَخْرِجُوْۤا اَنْفُسَكُمْ ؕ اَلْيَوْمَ

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۃ الانعام رکوع ۱۱) ترجمہ: اور اگر تو دیکھے جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھانیوالے ہونگے کہ اپنی جانوں کو نکالو آج تمہیں ذلت کے عذاب ملیگا اس سبب سے کہ تم اللہ پر جھوٹی باتیں کہتے تھے اور اسکی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

اس آیت سے حاصل یہ نکلا کہ جو لوگ احکام الٰہی کو تسلیم کرنے میں اپنی ذلت خیال کریں اور اسلام کی مخالفت کرنے میں اپنی عزت خیال کریں۔ اس قسم کے متکبرین کی موت مذموم ہوگی۔ مثلاً عام طور پر مسلمان ختنہ۔ منگنی۔ شادی اور موت کے موقع پر خلاف شرع رسموں کو اپنی عزت خیال کرتے ہیں۔ اور اتباع شریعت کو موجب توہین سمجھتے ہیں۔ چنانچہ شادی سے پہلے ڈھولک بجانا۔ باجہ بجانا۔ دولہا کے سر پر سہرا باندھنا وغیرہ رسمیں کافروں کی ہیں۔ مگر ان کے ادا کرنے کو اپنی عزت اور ان کے ترک کرنے کو ذلت خیال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوتی ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے گڑھا ہوتی ہے۔ جن کی موت محمود ہوگی۔ ان کے حق میں قبر بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہوگی اور جن کی موت مذموم ہوگی۔ ان کے حق میں قبر دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہوگی۔ وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ ؕ

بقیہ کالم ۳ صفحہ ہذا :- آپ تشریف لے آئے کچھ دیر بیٹھے۔ ان کا شکریہ ادا کیا۔ دعا فرمائی اس کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ بارہ بجے بیعت کا پروگرام تھا۔ تقریباً ۷ ہزار آدمی ایک مجلس میں بیعت ہوئے۔ ہر شخص تک کا آواز پہنچنا ممکن نہ تھا۔ اس واسطے لاؤڈ سپیکر کا انتظام کیا گیا۔ جسمیں حضرت نے بیعت فرمائی۔ لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بیعت کا ہونا یہ پہلی نظیر ہے۔ اس کے علاوہ اور جگہوں پر بھی جہاں حضرت تشریف لے گئے ہزار ڈیڑھ ہزار سے کم مجمع بیعت میں نہ ہوتا تھا۔ بیعت ہونے والوں کا ایک تسلسل قائم رہتا تھا۔ جس کو یہ کہہ کر توڑ دیا جاتا کہ دلیس بھائی اب جگہ ختم ہو گئی۔ یہ ہے فیضان انوار و برکات اور رحمت خداوندی ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء آپ سب حضرات دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ اس ذات گرامی کا سایہ ہم لوگوں کے سروں پر ابھی بہت زمانے تک صحت و سلامتی کے ساتھ قائم رکھے۔ (شکریہ نوائے پاکستان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم کا سفر آسام

بانس کنڈی میں رمضان المبارک کے مشاغل اور چشمہ فیوض و برکات

ایک مشاہد کے قلم سے

بانس کنڈی ہندوستان کے آخری اور آسام کے پہاڑی علاقوں میں ایک مقام ہے آج سے دو سال قبل لوگ اس کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ مگر اب ہندوستان کا گوشہ گوشہ بلکہ ہندوستان کے باہر بھی لوگ اس سرزمین سے واقف ہو چکے ہیں اور اعتراف کرتے ہیں کہ کاش ہم کو بھی حضرت مدظلہ کے ساتھ بانس کنڈی میں رمضان گزارنے کا موقعہ ملتا۔ ان میں سے بہت سے خوش نصیب اپنے ارادے اور تمنا میں کامیاب ہوئے۔ گھر بار چھوڑا، گھر کا عیش و آرام چھوڑا سفر کی اور کھانے پینے کی تمام صعوبتیں برداشت کیں۔ سینکڑوں اور ہزاروں میل سے چل کر آئے۔ آخر یہ تمام تکلیفیں انھوں نے کیوں اٹھائیں۔ محض اللہ تعالےٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ان کو یہ معلوم ہوا کہ وہاں ایک شخص آیا ہوا ہے جو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں مقبول اور محبوب ہے ہم بھی وہاں جاتے ہیں۔ ممکن ہے ہمارا نام بھی اس پارٹی میں لکھ لیا جائے اور کل حشر کے دن جبکہ نفسی نفسی کا عالم ہو تو ہم بارگاہ ایزدی میں یہ عرض کر سکیں۔ کہ اے بارالٰہا ہم تو اس کی پارٹی اور جماعت میں ہیں۔ جس کو تو پسند کرتا تھا تو اس دن انشاء اللہ ہماری یہ تمام تکلیفیں اور پریشانیاں رفع ہو جائیں گی۔ جس کو یہ تمام چیزیں دیکھنی ہوں وہ کم از کم ایک مرتبہ ضرور حضرت مدظلہ کے ساتھ رمضان گزارے اور دیکھے کہ کیا کیا انوار و برکات نازل ہوتی ہیں۔ لوگ اطراف و اکناف سے والہانہ اور مجنونانہ طریقہ پر محض ایک نظر دیکھنے کے لئے چلے آ رہے ہیں۔ عجیب دیوانگی کی سی حالت ہوتی ہے۔ حضرت مدظلہ سے مصافحہ نہیں ہو سکتا۔ ملاقات نہیں ہو سکتی۔ بیٹھ کر بات چیت نہیں کر سکتے۔ مگر ایک نظر تو دیکھ سکتے ہیں اپنی آنکھوں کو پُر نور اور ٹھنڈا تو کر سکتے ہیں آتے ہیں۔ رہ سکتے ہیں اور اپنے اپنے ظرف کے مطابق انوار و برکات حاصل کرکے چلے جاتے ہیں۔ پچھلے زمانے میں کتابوں میں پڑھا کرتے تھے کہ فلاں بزرگ اور فلاں فلاں اکابر نے بیداری کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ مگر آپ متعجب نہ ہوں اس زمانے میں بھی اس قسم کے لوگ موجود ہیں۔ جنھوں نے ان مادی آنکھوں سے بیداری اور جاگنے کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ حضورؐ مسجد کی پہلی صف سے تشریف لا رہے ہیں اور مدرسے کے کمروں کی جانب تشریف لے جا رہے ہیں۔ بعض حضرات نے خواب کی حالت میں دیکھا۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں۔ آپ کے ساتھ ایک بہت بڑا مجمع ہے۔ جس میں بڑے بڑے اولیاء اللہ ہیں۔ آپ ان سب حضرات کے ساتھ مسجد کے سامنے صحن میں چہل قدمی فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ میں حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی سے بہت خوش ہوں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی عمر دراز فرمائے آمین ثم آمین۔ آسام کے اس دورے میں اب کی مرتبہ حضرت مدظلہ کو بعض ایسی جگہوں پر بھی تشریف لے جانا ہوا جو اس بابرکت سلسلہ سے قطعی ناآشنا تھا اور اس سے قبل وہاں جانا کبھی نہیں ہوا تھا۔ مگر رب العالمین اور مقلب القلوب جب کسی کو ہدایت دینا چاہتا ہے تو پھر اس میں کتنی دیر لگتی ہے۔ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ انھیں جگہوں میں عالم گنج بھی ایک جگہ ہے۔ جہاں تقریباً بارہ تیرہ ہزار کے مجمع نے گاؤں سے باہر نکل کر حضرت مدظلہٗ کا استقبال کیا۔ بہت زیادہ وقت کے بعد ہم لوگ کسی نہ کسی طرح حضرت کو قیامگاہ تک پہنچانے میں کامیاب ہوئے لیکن مجمع کا عجب عالم تھا۔ ٹوٹا پڑتا تھا کہ کس طرح حضرت کی زیارت سے لطف اندوز ہو۔ مسلسل چار گھنٹے سمجھانے بجھانے اور جد و جہد کے بعد مجمع کو اس بات پر راضی کیا جا سکا کہ کوئی اپنی جگہ سے نہ اٹھے گا۔ اور نہ مصافحہ کے لئے بڑھے گا۔ صرف زیارت کرے گا اور واپس ہو جائے گا۔ چنانچہ پانچ منٹ کے لئے حضرت کو تکلیف دی گئی۔ باقی صفحہ ہذا کالم ۱

مجلس ذکر

آج ہم حضرت اقدس مدظلہ العالی کی ایک دیرینہ مجلس ذکر کے بعد کی غیر مطبوعہ تقریر ہدیہ قارئین کرتے ہیں:۔

مقصدِ حیاتِ انسانی

ربوبیت سے فائدہ اُٹھانا اور عبودیت کا حق بجالانا

بِسمِ اللہ الرحمٰن الرحیم
الحمد للہ وکفیٰ و سلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ ـــ اما بعد:۔

اللہ تعالےٰ نے انسان کو ایک خاص مقصد کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہے ربوبیت سے فائدہ اُٹھانا اور عبودیت کا حق بجا لانا اور یہ ہی آج کی معروضات کا عنوان ہے۔ اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا (سورہ البقرہ رکوع ۳ پ ۱) ترجمہ (اللہ وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب کچھ تمہارے لئے پیدا کیا ہے)

اور دوسرا ارشاد باری تعالےٰ یہ ہے:۔
وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا۔ (سورہ ہود۔ رکوع ۱ پ ۱۲) ترجمہ (اور زمین پر کوئی چلنے والا (جاندار) نہیں ہے مگر اس کی روزی اللہ پر ہے)

یہ آیات اللہ تعالےٰ کی ربوبیتِ عامہ کی مظہر ہیں۔ انسان کی عبودیت کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ ۝ (سورہ الذٰریٰت رکوع ۳ پ ۲۷) ترجمہ (اور میں نے جن اور انسانوں کو جو بنایا ہے تو صرف اپنی بندگی کے لئے)

اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے تو ہر مومن و کافر مشرک و مواحد ایماندار و بے ایمان سب یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ لیکن عبودیت کا حق بجا لانے والوں کی تعداد ہمیشہ قلیل اقلیت رہی ہے۔ اللہ تعالےٰ بھی اس کے متعلق شکایت فرماتے ہیں۔ وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (سورہ سبا رکوع ۲ پ ۲۲) (ترجمہ اور میرے بندوں میں سے شکر گزار تھوڑے ہیں)۔

عام طور پر انسان مدنی الطبع ہے۔ یعنی یہ مل جل کر رہنے کا عادی ہے۔ اس لئے یہ ہر شئے سے اثر لیتا ہے۔ معدنیات نباتات، فضائے آسمانی غرضیکہ ہر چیز سے یہ اثر لیتا ہے گرمی ہو تو ہلکے اور باریک کپڑے پہن لیتا ہے اور اگر سردی ہو تو گرم اور موٹے کپڑے پہن لیتا ہے۔ حیوانات میں یہ چیز نہیں ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے ایک ہی قسم کا لباس پہنا دیا ہے۔ جو سردی اور گرمی میں یکساں کام دیتا ہے۔ انگوٹھی میں یاقوت اور فیروزہ وغیرہ کو دیکھ کر انسان کے دل کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ یہ اس کا معدنیات سے اثر لینا ہے۔ باغ میں چلا جائے تو پھولوں اور سبزہ کو دیکھ کر مسرور ہوتا ہے یہ اس پر نباتات کا اثر ہے۔ الغرض انسان ہر شئے سے اثر لیتا ہے۔ یعنی یہ متاثر بالطبع ہے۔ اسی طرح انسان خیر و شر سے بھی اثر لیتا ہے۔ اگر انسان کا شیشہ قلب ذکر الٰہی سے صاف ہو جائے تو غافلین کی صحبت تو ایک طرف رہی ان کو دیکھنے سے ہی اس کی طبیعت میں تکدر پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر اولیاء اللہ آبادیوں کو چھوڑ کر جنگلوں میں چلے جاتے ہیں وہ مامور نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ آبادیوں کو چھوڑ کر فرش زمین پر ڈیرا اور آسمان کی چھت کے نیچے بسیرا کر لیتے ہیں۔ انبیاء علیہم السّلام مامور ہوتے ہیں وہ کافروں اور مشرکوں میں رہ کر انہیں تبلیغ حق فرماتے ہیں۔ علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے مسند نشین ہوتے ہیں۔ اس لئے وہ بھی تبلیغ کا حق بجا لانے پر مجبور ہوتے ہیں۔

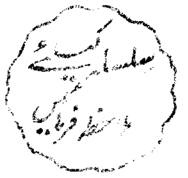
اولیاء کرام بھاگ جاتے ہیں۔ آبادیوں میں ان کو غافل نظر آتے ہیں۔ اور غافلوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت برستی ہے اس لئے اولیاء کرام کو غافلوں کی ہر شئے سے وحشت ہوتی ہے۔ جنگل میں چلے جایئے ایک کپڑا لے کر کہیں ایسی جگہ بیٹھ جایئے جہاں انسانی مصنوعات نظر نہ آئیں نہ کوئی مکان ہو نہ سڑک نہ موٹر نہ تانگا درختوں کے درمیان بیٹھ جایئے۔ وہاں ہر شئے مغفور و مرحوم ہوگی۔ گھاس مرحوم۔ پتے مرحوم۔ زمین و آسمان مرحوم۔ چڑیاں اور کوّے مرحوم اور ان سب کے درمیان ایک گناہگار انسان بیٹھا ہوا ہوگا۔ ان سب پر رحمت و مغفرت کی جو بارش ہو رہی ہے اس پر بھی اس کا اثر پڑے گا اور یہ بھی مرحوم و مغفور بن جائے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ارشاد میں اچھی اور بُری صحبت کا ذکر فرمایا ہے وہ ارشاد ملاحظہ ہو۔

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْجَلِیْسِ الصَّالِحِ وَالسَّوْءِ کَحَامِلِ الْمِسْکِ وَنَافِخِ الْکِیْرِ فَحَامِلُ الْمِسْکِ اِمَّا اَنْ یُّحْذِیَکَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْہُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا طَیِّبَۃً وَنَافِخُ الْکِیْرِ اِمَّا اَنْ یُّحْرِقَ ثِیَابَکَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْہُ رِیْحًا خَبِیْثَۃً (متفق علیہ)

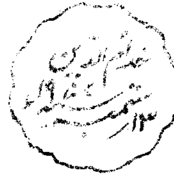
(ترجمہ۔ حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ نیک اور بد ہمنشین مشک بیچنے والے اور دھونکنی دھونکنے والے کی مانند ہیں مشک بیچنے والا یا تو تجھ کو مشک مفت دے دیگا۔ یا تو اُس سے خرید لے گا۔ اور کم از کم اور کچھ نہیں تو اس کی خوشبو ضرور تیرے دل و دماغ کو تازہ کر دے گی۔ اور دھونکنی دھونکنے والا یا تو تیرے کپڑوں کو جلا دے گا۔ یا اُس سے دماغ پاشش (دھواں) حاصل کرے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ فرمایا کرتے ہیں کہ غافلوں کی صحبت سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے اللہ والوں کی صحبت بہتر ہے۔ اللہ والوں کی صحبت میں رنگ چڑھتا ہے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ رنگ ہے قرآن رنگ فروش ہیں علمائے کرام۔ اور رنگ ساز ہیں صوفیائے عظام۔ صِبْغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰہِ صِبْغَۃً (سورہ البقرہ رکوع پ ۱) ترجمہ (اللہ کا رنگ اور اللہ کے رنگ سے کس کا رنگ بہتر ہے) ۔ انسان کوئی نہ کوئی رنگ ضرور لیتا ہے۔ غافلین کی صحبت سے غفلت کا رنگ آئے گا۔ کسب معاش کے لئے ہمیں ہر کافر و مشرک کے پاس جانا پڑتا ہے۔ یہ مجبوری ہے۔ لیکن کسب معاش سے فارغ ہونے کے بعد اللہ والوں کی صحبت اور نیکی کے مراکز کی طرف کشش ہونی چاہیئے۔

باقی بر صفحہ ۱۸







(از صوفی محمد شفیع عمر الدین میر پور خاص)

۱۵

نماز اور دیگر ذکر و اذکار :-

قرآن مجید میں فرمان باری تعالیٰ ہے :- وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَ أَصِيلًا ۝ وَمِنَ اللَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَ سَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيلًا ۝ (الدھر رکوع ۲ - پ ۲۹) (ترجمہ :- اور اپنے رب کا نام صبح اور شام یاد کیا کریں اور کچھ حصہ رات بھی اس کو سجدہ کیجئے اور رات میں دیر تک اس کی تسبیح کیجئے ۔ (حضرت مولینا احمد علی صاحب)

المختصر اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام بندوں کو عموماً اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خصوصاً اپنے ذکر اور عبادت کی طرف یوں توجہ دلائی ہے :- کہ

(۱) ہر وقت یاد الٰہی کو اپنا شیوہ بناؤ اور صبح و شام خصوصاً

(۲) کچھ حصہ رات کو بھی سجدہ کرو یعنی نماز پڑھو رات کی نماز میں مغرب و عشاء کے فرائض کے علاوہ تہجد کی نماز بھی آ گئی ۔

(۳) اس کے علاوہ بھی رات کو ذکر و فکر کرو ۔ یہاں ایک بات ہر لحظہ ذہن نشین رکھیں کہ اوّل فرائض کا خیال رکھیں ۔ ان کو ہرگز ضائع نہ ہونے دیں اس بارے میں حضرت سیدنا و مرشدنا امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں

"در ادائے فرائض اہتمام تمام باید نمود و در حِل و حرمت نیک احتیاط باید فرمود ۔ و عبادات نافلہ در جنب عبادات فرائض کالمطروح فی الطریق اند و از اعتبار ساقط اند ۔ اکثر مردم ایں وقت در ترویج نافل اند و در تخریب فرائض ۔ در اینان نوافل عبادات اہتمام دارند ۔ و فرائض را خوار و بے اعتبار شمرند ۔ مبلغ کلی بتقریب و مستحقین ... می دہند ۔ اما یک جتیل در ادائے زکوٰۃ ایشاں را بہ مصرف دادن متعسر است ...." (مکتوب ۸۲ جلد دوم ۔)

یعنی فرائض کی ادائیگی میں بڑا اہتمام کرنا چاہیئے ۔ اور شرعی حرام و حلال کا بڑا خیال رکھنا چاہیئے اور نفلی عبادات فرض عبادات کے مقابلہ میں راستہ میں پھینکی ہوئی چیزوں کی طرح بے اعتبار ہیں ۔ مگر فی زمانہ اکثر لوگ نوافل کو رواج دینے کے درپے ہیں اور فرائض کو ضائع کرنے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں ۔ یہ نوافل کا بڑی گرمجوشی سے اہتمام کرتے ہیں اور فرائض کو معمولی اور بے اعتبار شمار کرتے ہیں ۔ (مثلاً) اپنا بہت سرمایہ موقعے بے موقعے مستحقوں اور غیر مستحقوں کو تو ضرور دیتے رہتے ہیں زکوٰۃ جو فرض ہے اس کی خاطر ایک حبّہ بھی ادا نہیں کرتے ۔

لہٰذا زکوٰۃ نہ دینا فرض کا ترک کرنا ہے ۔ اب نفلی صدقات فرض کی کمی کس طرح پوری کر سکیں گے ۔ بلکہ نوافل کی مقبولیت کے لئے فرائض کی پابندی ضروری ہے ۔ حضرت علامہ ابن کثیرؒ آیت شریفہ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ ط (فاطر ع ۲ پ ۲۲) ۔ (اس کی طرف سب پاکیزہ باتیں چڑھتی ہیں ۔ اور نیک عمل اس کو بلند کرتا ہے) کی شرح میں فرماتے ہیں کہ "ذکر الٰہی کرے اور ساتھ ہی ادائے فریضہ کرتا رہے تو اس کا عمل اس کے ذکر کو اللہ کی طرف چڑھاتا ہے ۔ (نفلی) ذکر کرے اور فریضہ ادا نہ کرے تو اس کا عمل لوٹا دیا جاتا ہے ۔"

الحاصل اول پنجگانہ فریضہ نماز جملہ ارکان کو بجا لا کر با جماعت مسجد میں ادا کرنے کا بڑا اہتمام کریں ۔ اس کے بعد دوسرے مسنونہ ذکر و اذکار اور نفلی عبادات کی طرف متوجہ ہوں ۔

نفلی عبادات میں بزرگان دین تہجد نماز کو بڑی عظیم الشان نماز جانتے ہیں ۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "فرض نمازوں کے بعد سب سے بہتر نماز رات کی نماز ہے یعنی تہجد کی نماز ۔ (عن عثمان بن ابی العاصؓ ۔ مشکوٰۃ بحوالہ احمد) نیز تہجد کا وقت اور فرض نمازوں کے بعد دعا کی قبولیت کے اوقات ہیں ۔ (مشکوٰۃ)

ایک مسافر حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ سے دعائے سلامتی ایمان کا خواستگار ہوا ۔ آپ نے فرمایا ۔ ہمارے ساتھ وعدہ ہے کہ فرض نمازوں کے بعد جو دعا مانگی جائے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے ۔ تم فرائض ادا کرتے رہو اور فریضہ ادا کرنے کے بعد میرے لئے دعا کرتے رہیں اور اسی طرح میں تیرے لئے دعا کرتا رہوں گا ۔ انشاء اللہ میرے اور تیرے حق میں دعائیں قبول ہونگی ۔ (نفحات الانس)

سوائے بیماری کی حالت کے تہجد کی نماز میں ناغہ کرنا اچھا نہیں ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم رات کو نماز میں اس قدر کھڑے ہوتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں مبارک سوج جاتے تھے (بخاری شریف) ہم اگر کم از کم طلوع فجر سے آدھ گھنٹہ قبل اُٹھ کر چند رکعت تہجد کی ادا کر لیں تو بڑی غنیمت ہے

پابند تہجد صبح چست اور خوشدل اُٹھتا ہے اور تندرست رہتا ہے ۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر رات جب تہائی رات باقی رہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف نزول (رحمت) فرماتا ہے اور فرماتا ہے کوئی ہے جو مجھ سے دعا کرے اور میں اس کی دعا قبول کروں ۔ کوئی ہے جو مجھ سے کچھ مانگے اور میں اس کو عطا کروں ۔ کوئی ہے ۔ جو مجھ سے مغفرت طلب کرے ۔ میں اس کو بخش دوں ۔ (بخاری شریف)

حاجتمندوں کو مبارک ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو مقبول دعا اور حاجات کی برآری کے وقت سے مطلع فرما دیا ۔ اب مستفیض ہونا ان کا کام ہے ۔

تہجد نماز کی زائد سے زائد بارہ رکعتیں ہیں ۔ دو دو رکعتیں کر کے پڑھی جائیں ۔

ہر وقت ذکر کرنے کے بارے میں حضرت سلیمان درانیؒ کا مقولہ کیسا اچھا ہے کہ "ہر وہ چیز جو تجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کر دے تیرے لئے منحوس ہے ۔ ہر وہ چیز جو تیری توجہ حق جلشانہ سے ہٹا کر اپنی طرف متوجہ کر لے ۔

قرآن مجید کی اہمیت

(درس قرآن فرمودہ حضرت شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب مورخہ ۱۸ اگست ۱۹۵۷ء بروز اتوار)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ وَ اُخْرٰى تُحِبُّوْنَهَا ؕ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ ؕ وَ بَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

(سورہ الصف رکوع ۲ پارہ ۲۸)

(ترجمہ:- اور دوسری بات جو تم پسند کرتے ہو۔ اللہ کی طرف سے مدد ہے اور جلدی فتح اور ایمان والوں کو خوشخبری دے دیجئے!)

جو لوگ اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کام کرنا چاہیں۔ اللہ تعالےٰ ان کی امداد فرماتے ہیں۔ جس طرح حضرت عیسیٰؑ بن مریم نے فرمایا تھا کہ خدا کی رضا حاصل کرنے میں کون میری مدد کرنے کو تیار ہے۔ اور ایک جماعت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائی۔ اور ایک نے انکار کیا۔ اور مخالفت کی اور پھر ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کی مدد کی۔ اور ان کو فتح نصیب ہوئی۔

قرآن مجید کی اہمیت

قرآن مجید ہی دنیا میں ایک ایسی کتاب ہے کہ جس میں اللہ جلشانہٗ خود بولتے ہیں۔ خداوند قدوس بولنے والے خود اور ماننے والے مومن۔ جیسے ایک شخص خط لکھتا ہے تو وہ خود لکھتا ہے کہ میں یہ کہتا ہوں۔ لیکن پڑھنے والا جب کہے گا۔ تو وہ نقل کرے گا۔ خط میں تو نویسندہ کی کلام ہوگی اور ناقل سنانے والا ہوگا۔

دنیا میں اس وقت سوائے قرآن مجید کے کوئی آسمانی کتاب موجود نہیں ہے۔ جس میں خداوند کریم خود بولیں۔ اللہ تعالیٰ خود بول رہے ہیں کہ دوسری نعمت مسلمانوں کو یہ نصیب ہوگی کہ جو شخص اللہ تعالےٰ سے اپنا تعلق درست کرلے۔ اس شخص کی دنیا و آخرت کی زندگیاں سنور جائیں گی۔ اور جو شخص خدا تعالیٰ سے تعلق درست نہیں رکھتا اور جس نے اپنا خدا اپنی خواہشات نفسانی کو بنا رکھا ہے۔ غرضیکہ اسکی زندگی کا ہر کام تابع رضائے الٰہی نہیں۔ بلکہ اس کی اپنی خواہشات نفسانی کے تابع ہے۔ تو اس کی دونوں زندگیاں برباد ہوں گی۔ اسی کو کہتے ہیں دنیا دار۔ یعنی دنیا دار کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کا مقصد صرف عیش و عشرت مقصود مطلوب و محبوب ہو۔ خدا سے غافل ہونے کا نام دنیا ہے ؎

چیست دنیا از خدا غافل بودن

دنیا دار سے مراد وہ ہے جو متبع ہوا ہے اگر متبع رضائے الٰہی ہے اور کروڑ پتی بھی ہے۔ کمانے اور خرچ کرنے میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے تابع ہے تو یہ دیندار ہے۔ مگر ایک پان فروش جو ڈیڑھ روپیہ کما کر رات کو سینما دیکھتا ہے تو یہ دنیا دار ہے وہ کروڑ پتی جو اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت کماتا اور خرچ کرتا ہے۔ وہ دیندار ہے۔

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کرو۔ خود پابند بنو اور دوسروں کو پابند بناؤ۔ اس کا نتیجہ آخرت کی کامیابی ہے۔

میں ہمیشہ نمبر اوّل آخرت کی کامیابی کے لئے دعائیں کرتا ہوں اور نمبر دوم دنیا کی بہتری کے لئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروگرام زندگی میں بھی آخرت کی کامیابی کا ذکر نمبر اول اور دنیا کے آرام و عشرت کا خیال نمبر دوم ہے۔ اگر دین پر دنیا کو ترجیح دی جائے تو یہ دنیا داری ہے۔

اللہ تعالےٰ جس کو توفیق عطا فرمائے اور جس کو اللہ تعالےٰ کی رضا کے مطابق زندگی بسر کرنی میسر آ جائے تو اس کی دنیا و آخرت دونوں سنور جاتی ہیں۔ اور جو اس پر نہ چلے تو اس کی دنیا بھی برباد اور آخرت بھی برباد۔

فرمان باری تعالےٰ ہے۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ (سورہ النحل۔ رکوع ۱۳ پ ۱۴) (ترجمہ۔ جس نے نیک کام کیا مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہے۔ تو ہم اسے ضرور اچھی زندگی بسر کرائیں گے۔ اور مرنے کے بعد بھی نیکیوں کا اجر عطا فرمادیں گے۔ قبر بہشت کا باغ بنائیں گے۔ حوض کوثر پر پانی پلایا جائیگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہوگی۔

حیوٰۃ طیبہ کے معنی پُر مسرت زندگی عمدہ زندگی۔ فرحت۔ سرور۔ راحت دل میں اطمینان اور خوشی ایک دنیاوی مثال ہے جان خوش تو جہان خوش۔

بے دین کی زندگی حسرتناک اور دین دار کی نہایت خوشگوار

ڈھائی لاکھ کی کوٹھی اور پچاس ہزار کی کار اور بیگم بیٹے بیٹیوں والے۔ درد گردہ کے مریض رئیس کے مقابلہ میں چھپر کے نیچے چٹائی پر لیٹنے والے گودڑی پوش تندرست مزدور کی زندگی بہتر ہے

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (سورہ البقرہ رکوع ۱۸ - پارہ ۲) ترجمہ:- پس مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ لہذا ذاکر کے دل پر قبولیت کے باعث سکون کی لہر آئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی سزا

؎ تو از حکم داور نہ گردن مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکم تو ہیچ

تو خدا کے حکم سے گردن نہ موڑ۔ تاکہ تیرے حکم سے کوئی گردن نہ موڑے۔

تو اگر خدا کی حکم عدولی کرے گا۔ تو تیری اولاد اور تیری بیوی اور تیرے ماتحت سب تیری حکم عدولی کریں گے۔ اور یہ بھی ایک عذاب ہے۔ کہ بیٹا نافرمان بیوی کہا نہیں مانتی۔ نوکر پرواہ نہیں کرتا

ارشاد باری تعالےٰ ہے۔ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورہ طٰہٰ رکوع ۷ پ ۱۶)

ترجمہ:- جو میرے ذکر سے منہ پھیرے گا تو اس کی زندگی بھی تنگ ہوگی اور اسے قیامت کے دن اندھا کرکے اٹھائیں گے۔ (یعنی آخرت بھی برباد ہوگی) اگر انسان اللہ کی ناراضگی سے بچے اور اس کا بندہ بن کر رہے تو دونوں زندگیاں سنور جائینگی۔ اور جو شخص اس کی رضا کی پرواہ نہیں کرتا تو پھر چین سے وہ بھی بیٹھنے نہیں دیگا

ایک عالم ربّانی کا ارشاد

رَضِيْنَا قِسْمَةَ الْجَبَّارِ فِيْنَا -
لَنَا عِلْمٌ وَّ لِلْجُهَّالِ مَالٌ -
اِنَّ الْمَالَ يَفْنٰى عَنْ قَرِيْبٍ
وَالْعِلْمُ بَاقٍ لَا يَزَالُ

اے اللہ ہم تیری تقسیم پر راضی ہیں ہمارے لئے علم (عقل) ہے ۔ اور جاہلوں (بیوقوفوں) کے لئے مال ۔ تحقیق مال فانی ہے اور علم باقی ہے ۔

جو تعلق بندے کا خدا سے ہونا چاہیئے اس میں غیر اللہ کا تعلق ہرگز نہ آنا چاہیئے ۔ مال خرچ کرکے اور جان کو تکلیف دے کر ہی اللہ کی رضا کو مقدم رکھا جا سکتا ہے ۔ جو شخص خدا کی رضا کو مطلوب بنائے اور کوشش کرے تو دونوں زندگیاں کامیاب ہو جائیں گی ۔ گناہ معاف ہو جائینگے بہشت میں داخلہ نصیب ہوگا ۔ چند روزہ زندگی میں اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت کام کرنے سے آخرۃ کی نعمت نصیب ہو جائے تو یہ سستا سودا ہے اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے ۔ دنیا میں مخالفین کے مقابلہ میں اللہ تعالےٰ تمہاری مدد فرمائیں گے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جتنے غزوات ہوئے ہیں ۔ ان سب میں اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہی فتح نصیب ہوئی تھی ۔ اگر مجاہدین اسلام میں کمزوری ہوتی تو فرشتے آسمان سے آ جاتے تھے ۔ غزوۂ بدر میں ملائکہ عظام آسمانوں سے آکر شریک ہوئے تھے ۔ وہ مکہ معظمہ جہاں کلمہ پڑھنے کی وجہ سے مسلمان کو قتل کر دیا جاتا تھا ۔ وہاں پر مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی اور تمام کفار کو نکال دیا گیا تھا ۔ یہ سب اللہ کے فضل سے ہوا تھا ۔

میں کہا کرتا ہوں کہ مسجدیں چلتی پھرتی دکانیں ہیں اور دکاندار علماء ربانی ۔ دکان ہے ۔ اس کا بیچنے کا مال ہے قرآن ۔ خریدار ہے مسلمان اور پونجی ہے ایمان ۔ جو شخص خدا کی رضا کو مطلوب زندگی بنائے اور کوشش کرے تو دونوں زندگیاں کامیاب ہو جائیں گی ۔ اس نیت سے جو آتا ہے خالی نہیں جاتا ۔ تعلق باللہ درست کرنیوالی یہ چیزیں بازاروں میں نہیں بکتیں ۔ کچہریوں میں نہیں ہوتیں ۔ یہ سب چیزیں خانۂ خدا میں مل سکتی ہیں اور یہ سب کے لئے کھلا ہے ۔ یہاں کرایہ یا اجرت وغیرہ بھی نہیں دینی پڑتی ۔ جو یہاں سیکھنے کے لئے آئیں اور ایمان سلامت لے کر جائیں ۔ اگر قرآن کا رنگ چڑھ گیا تو دونوں زندگیاں خوشگوار ہو جاتی ہیں اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی توفیق ...

اور ارادہ نصیب فرمائے ۔ اس ارادہ کا نام ہے ایمان اور عمل کرنے کا نام ہے اسلام ہمیشہ دربار الٰہی میں حاضر ہونے کی برکت سے عمل کی توفیق بھی حاصل ہو جاتی ہے ۔ صاحب عمل کی صحبت میں انسان آئے تو صحبت کا اثر ہو جاتا ہے ۔ اس مجلس میں آنے سے رنگ چڑھتا ہے ۔

جس عقل سے آپ دنیا میں کام کرتے ہیں ۔ اسی عقل سے کام لینے سے یہاں بھی کام چلتا ہے ۔ ہر صاحب فن کے پاس بیٹھنے سے ہی اس فن کی سمجھ آتی ہے ۔ اگر لوہار کے پاس بیٹھنے سے آدمی لوہار بن سکتا ہے اور بڑھئی کے پاس بیٹھنے سے مستری بن سکتا ہے ۔ تو اللہ والوں کے پاس بیٹھنے سے بھی رنگ چڑھ جاتا ہے ۔ خدا کا دین معلوم کرنے کے لئے خدا کے دین کے فاضل سے پوچھیں ۔ عدالت میں وکالت کے لئے ہر کہ و مہ کو پیش نہیں کیا جاتا ۔ امیر کے بیٹے کی منگنی پر اتنا خرچ کیا جاتا ہے کہ غریب کے بیٹے کی شادی پر بھی نہیں ہو سکتا ۔ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضؓ کی منگنی کے لئے صرف حضرت علی رضؓ نے درخواست کی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرما لی ۔ تو یہ منگنی ہو گئی ۔ انتخاب رشتہ کا یہ طریقہ غلط ہے کہ دولت ہو تو رشتہ دو ۔ رزق تو ہر ایک کا ساتھ ہی آتا ہے ۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے ۲۷ کی توفیق عطا فرمائے آمین ۔ سب طمع کے یار ہیں ۔ بے طمع کا یار اللہ تعالےٰ ہے ۔ جو سب کچھ دیتا ہے اور کچھ نہیں لیتا اور پھر بے طمع کے یار ایک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ شفاعت کئے بغیر چین نہیں لیں گے ۔ بیوی اولاد سب طمع کے یار ہیں ۔ یا بے طمع کے یار اللہ والے ہوتے ہیں جن کی اللہ اللہ کرنے والوں سے ہی محبت ہوتی ہے ۔ شیخ پتھر جھنگ میں گدی ہے ۔ وہاں کے گدی نشین حضرت مدنی مدظلہ کے مرید ہیں ۔ ایک دفعہ کچھ تحفے (نذرانے) لے کر گئے ۔ تو انہوں نے فرمایا ۔ تمہیں مرید کھانے کے لئے نہیں بلکہ کھلانے کے لئے بنایا ہے ۔

برادری تو ایسی ہے کہ اگر آپ اپنے بدن کا گوشت کٹوا کر قیمہ بنوا کر انہیں کھلا دیں ۔ تو بھی کوئی نہ کوئی نقص نکال کر اعتراض کر ہی دیں گے اور شکایت ہی کریں گے ۔

پنجابی میں "پر" سے کفر کی حد شروع ہوتی ہے ۔ کہتے ہیں کہ مولوی صاحب بات تو ٹھیک کرتے ہیں ۔ "پر" دنیا دار جو ہوئے ۔ آخر کھایا ہے تو کھلانا بھی پڑتا ہے ۔

اللہ والوں کو تو اللہ ہی کی رضا مطلوب محبوب مقصود ہوتی ہے ۔ دعا کریں کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اللہ کی رضا کے ماتحت زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔ آمین یا الٰہ العالمین ۔

(مرتبہ خاموش مبلغ لاہور)

اصلاح الرسوم

(از حضرت مولینا ضیاء الحق صاحب مدرس اوّل جامع اشرفیہ لاہور)

قسط چہارم

منجملہ ان رسوم کے گھر میں تصویروں کا لگانا اور بلا ضرورت کتّوں کا رکھنا۔ حدیث میں ہے۔ ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں داخل ہوتے فرشتے (رحمت کے) جس گھر میں کتّا یا تصویر ہو۔ روایت کیا اس کو بخاری نے اور حدیث میں ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے زیادہ عذاب قیامت کے دن تصویر بنانے والے کو ہوگا۔ ان حدیثوں سے تصویر بنانا، تصویر رکھنا بلا ضرورت کتّا پالنا سب کا حرام ہونا ثابت ہو گیا۔ اس زمانہ میں تہذیب جدید (جو فی الواقع تعذیب جدید ہے) کے لوازم میں سے یہ دونوں امر ہو گئے ہیں تصویر جزو مکان اور کتّا داخل اہل و عیال سمجھا جاتا ہے۔ ذرا بھی دل کو انقباض اور روک ٹوک نہیں بے دھڑک دونوں چیزیں برتی جاتی ہیں۔ بعض لوگوں پر اس قدر عقل پرستی غالب ہے کہ کتّے کے اوصاف حمیدہ بیان کر کے وجہ ممانعت دریافت کرتے ہیں۔ گویا در پردہ نعوذ باللہ اس حکم شرعی کے عبث اور لغو ہونے کے مدعی ہیں۔ اگر سچ مچ ان کے دلوں میں ایسا ہی خیال ہے تو تجدید ایمان ضروری ہے مسلمان بننے کے بعد احکام شرعیہ کی علّت ڈھونڈنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ حکام مجازی کے بہت قوانین و احکام کی علت سمجھ میں نہیں آتی اور پھر بے چون و چرا ان کو مانتے ہیں تو حاکم حقیقی کے احکام میں کیوں چون و چرا کیا جاوے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارا دین تو عقل کے موافق ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔ عقل کے موافق ضرور ہے۔ مگر ہر عقل کی رسائی تو وہاں تک ضروری نہیں۔ مثلاً بہت سی چیزیں حسن بصر سے دریافت کرنے کے قابل ہیں۔ مگر اندھوں کو تو ادراک نہیں ہو سکتا۔ یہ عقل سلیم کا کام ہے کہ [illegible]

اولیاء کاملین و علماء راسخین کو عطا ہوئی عوام کی عقل میں اس قدر قوت نہیں۔ اور کوئی ڈگری یا پاس حاصل کر لینے سے زمرۂ عوام سے خارج نہیں ہو جاتا تصویر انسان کی پوری ہو یا اوپر کے نصف کی ہو حرام ہے۔ فوٹو بھی حرام ہے۔ البتہ روپیہ ضرورت کی چیز ہے۔ ضرورت میں تنگی کم ہو جاتی ہے۔

منجملہ ان رسوم کے غیر مذہب والوں کی وضع بنانا ہے۔ لباس میں یا طرز نشست و برخاست میں یا خورد و نوش میں یا کسی اور امر میں۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص مشابہت کرے کسی قوم کے ساتھ۔ پس وہ انہیں میں سے ہے روایت کیا اس کو احمد اور ابو داؤد نے۔ اور اس باب میں اس کثرت سے حدیثیں آئی ہیں کہ حصر دشوار ہے۔ ان سب حدیثوں سے صاف تشبیہ بالکفار کا حرام ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کے دل کو یہ بات ہرگز نہیں لگتی کوئی صاحب تو حدیثوں ہی کا انکار فرماتے ہیں کہ حدیث کا اعتبار ہی نہیں غضب ہے۔ ظلم ہے۔ جس علم کا ایک ایک ٹکڑا مؤلف سے بلکہ اس وقت کے راوی سے لے کر جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم تک بسند متصل و صحیح ثابت ہو۔ اس کا تو اعتبار نہ ہو اور تاریخ جس میں ہزاروں رطب و یابس بھرے ہوں۔ اس کا اعتبار ہو اس بے انصافی کی کوئی حد بھی ہے۔

تنبیہ۔ نیز جس کے نزدیک حدیث نبیؐ کا اعتبار نہیں۔ اس کی حدیث یعنی گفتگو کا کیا اعتبار ہے۔ تو اس کا انکار ایک لغو بات ہے۔ تحقیق مسئلہ (تشبیہ بالکفار) یہ ہے کہ جو امر خود مذموم و ممنوع ہو اس میں تو تشبہ مطلقاً حرام ہے (حدیث) مثلاً پتلون جس میں ٹخنے ڈھکے ہوں [illegible]

ہے۔ اور اب چونکہ اس میں تشبہ بھی ہے۔ مضاعف (دگنا) گناہ ہو جاوے گا۔ اور اگر وہ فعل فی نفسہ غیر مذموم و مباح ہے اور اگر بقصد تشبہ اس کو کیا جاوے یا کسی ایسی قوم (کفار) کا عرفاً خاصہ ہو تو بھی نا جائز ہوگا۔ اور اگر خود وہ فعل حلال ہے اور قصد تشبہ کا بھی نہیں۔ نہ کسی قوم کا خاصہ ہے تو درست ہے قواعد و احکام شرعیہ کو ٹٹولنے سے اس قاعدہ کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ اب ایک دلیل عقلی عقل پرستوں کے لئے عرض کرتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر کسی صاحب سے جو مسئلہ تشبہ میں الجھ رہے ہوں۔ مجمع عام میں ایک زنانہ جوڑا پیش کر کے عرض کیا جائے کہ اس کو زیب بدن فرما لیجئے تو یقین ہے کہ اگر ان کا قابو چلے تو مستدعی کی جان تک لینے میں دریغ نہ فرمادیں۔ کیوں صاحب تشبہ کا مسئلہ اگر کوئی با وقعت نہیں تو اس مقام پر عورت کے ساتھ تشبہ کے استدعا کرنے سے کیوں اس قدر غضب نازل ہوا جب ایک مسلمان کے ساتھ تشبہ ہونے سے تھوڑے فرق کی وجہ سے یہ ناگواری ہے تو کافروں کے تشبہ کرنے سے تو بوجہ اختلاف دین زیادہ غیرت ہونی چاہیئے

تنبیہ:۔ دنیا میں جو قوم اپنے مذہبی شعار پر قائم رہے۔ وہ زندہ اور اغیار سے جدا و ممتاز نظر آتی ہے اور جو قوم اغیار کے شعار پر قائم ہو جائے اور اپنے شعار ترک کر دے۔ وہ اپنا امتیاز کر دیتی ہے۔ اور اپنی قومی زندگی کو تباہ کر دیتی ہے اور مسلمان اقوام عالم سے ایک ممتاز و جدا قوم ہیں۔ جب تک یہ اپنی سیرت و صورت پر قائم رہیں۔ تو اقوام عالم میں ممتاز و جدا نظر آئیں گے اور جب اغیار کی سیرت و صورت اختیار کر لیں۔ تو جن کی سیرت و صورت اختیار کریں گے۔ ان میں داخل ہو کر اپنا امتیاز و زندگی ختم کر دیں گے۔ اور خیر ان کی امتیاز میں ہے تو اللہ تعالیٰ نے رحمۃً سیرت و صورت شرعی ان پر لازم فرما دی تاکہ مسلمان کی زندگی در امتیاز اسلامی دائماً باقی رہے۔ تفصیل کے لئے مولانا حسین احمد صاحب مدنی مدظلہ کا رسالہ جو داڑھی کے متعلق ہے ملاحظہ کیا جائے [illegible]

اُن رسوم میں جن کو عوام مباح سمجھتے ہیں اور اس میں بھی چند خصلتیں ہیں —

منجملہ ان رسوم کے شادی کی اکثر بلکہ تمام رسمیں ہیں جو دنیا میں آنے کے وقت سے اپنے اصلی وطن کی روانگی تک عمل میں لائی جاتی ہیں اور بڑے بڑے ثقہ اور عاقل لوگوں میں طوفان عام کی طرح پھیل رہی ہیں اور جن کی نسبت لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس میں گناہ کی کونسی بات ہوتی ہے۔ مرد یا عورتیں جمع ہوتی ہیں کچھ کھانا پلانا ہوتا ہے۔ کچھ دینا دلانا ہوتا ہے۔ کوئی ناچ رنگ نہیں۔ پھر اس میں شرع کے خلاف ہی کیا ہے۔ جس سے روکا جائے۔ حضرات اس غلط گمان کی وجہ صرف یہ ہوئی کہ رواج عام نے قوت نظریہ (سوچ سمجھ کی قوت) کو ضعیف کر دیا کہ چند امور جو ظاہر میں ہیں۔ ان کو دیکھ لیا اور جو ان کے اندر پنہانی اندرونی مفاسد اور خرابیاں ہیں۔ وہاں تک نظر نہ پہنچ سکی۔ جیسا کوئی نادان بچہ مٹھائی کا ذائقہ و رنگ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ یہ تو بڑی اچھی چیز ہے۔ اور ان مضرتوں پر نظر نہیں کرتا جو اس میں مخفی ہیں اور جن کو ماں باپ سمجھتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں اور وہ ان خیر خواہوں کو اپنا دشمن سمجھتا ہے حالانکہ ان رسوم میں جو خرابیاں ہیں۔ وہ زیادہ پوشیدہ اور مخفی نہیں۔ بلکہ اکثر لوگ خرابیوں کے قائل اور ان کی وجہ سے پریشان ہیں۔ مگر مرگ انبوہ کے طور پر سب خوشی خوشی ان کو کرتے ہیں اور نتائج سے مستفیض ہوتے ہیں۔ سو ان میں سے ایک رسم اولاد کے پیدا ہونے کے وقت کی ہے۔ جس میں یہ مفاسد ہوتے ہیں (۱) یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ حتی الامکان پہلا بچہ باپ کے گھر ہونا چاہیئے۔ جس میں بعض اوقات جب وہ عورت سسرال میں موجود ہو تو قریب زمانہ میں باپ کے گھر بھیجنے کی پابندی میں یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ آیا یہ سفر کے قابل بھی ہے یا نہیں۔ جس سے بعض اوقات کوئی بیماری لگ جاتی ہے جس کو نقصان پہنچتا ہے۔ مزاج میں ایسا تغیر واقع ہوتا ہے کہ اس کا اور بچہ کو مدت تک بھگتنا پڑتا ہے۔ بلکہ اہل تجربہ کا قول ہے کہ اکثر بیماریاں بچوں کی زیادہ کمی ہی بد احتیاطیوں سے ہوتی ہیں۔ غرض دونوں کا اس میں نقصان پیش آتا ہے۔ پھر یہ کہ ایک امر غیر ضروری کی اس قدر پابندی کہ کسی طرح ٹلنے نہ پائے اپنی طرف سے ایک جدید شریعت تصنیف کرنا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس کے ساتھ یہ عقیدہ ہو کہ اس کے خلاف کرنے سے کوئی نحوست ہوگی یا بیماری بدنامی ہوگی۔ اعتقاد نحوست تو شعبہ (شاخ) شرک کا ہے۔ کہ غیر اللہ کو نافع یا ضار سمجھا۔ اس واسطے حدیث میں اس کی صاف نفی آئی ہے کہ بدشگونی کوئی چیز نہیں اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ ٹوٹکا شرک ہے۔ اور بدنامی کا اندیشہ یہ شعبہ تکبر کا ہے جس کا حرام ہونا قرآن و حدیث میں منصوص ہے اور اکثر خرابیاں اور پریشانیاں اسی ننگ و ناموس کی بدولت طوق گلو ہو گئی ہیں۔ (۲) بعض دفعہ قبل پیدائش چھاج یا چھلنی میں کچھ اناج اور سوا پیسہ مشکل کشا کے نام کا رکھا جاتا ہے۔ یہ صریح (کھلا ہوا) شرک ہے (۳) بعد پیدائش کے گھر والے کے ساتھ کنبہ کی عورتیں بھی بطور نوتہ کے کچھ جمع کر کے دائی کو دیتی ہیں اور ہاتھ میں نہیں دیتیں۔ بلکہ ٹھیکری میں ڈال دیتی ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے یہ کون سا طریقہ دینے کا معقول ہے کہ ہاتھ کو چھوڑ کر ٹھیکری میں ڈال دیا جائے اور ٹھیکری میں نہ ڈالیں۔ ہاتھ میں دیں۔ تب بھی غور کرنے کی بات ہے۔ کہ ان دینے والوں کا مقصود اور نیت کیا ہے۔ جس وقت یہ رسم ایجاد ہوئی ہوگی۔ اس وقت کی تو خبر نہیں۔ کہ کیا مصلحت ہو۔ شاید بوجہ مسرت طبعی (دلی خوشی) کے ہو کہ سب عزیزوں کا دل خوش ہوا بطور انعام کے سب نے کچھ کچھ دے دیا۔ مگر اب تو یقینی بات ہے کہ خواہ مسرت ہو یا نہ ہو ضرور دینا ہوتا ہے۔ بعض عورتیں کنبہ کی نہایت مفلس اور نادار ہیں۔ مگر باصرار ان کو بلایا جاتا ہے اگر نہ جائیں تو تمام عمر شکایت کی جائے اور اگر جاویں تو اٹکی چھلی کا انتظام کر کے لے جاویں۔ نہیں تو بیبیوں میں سخت ذلت اور شرمندگی ہے۔ غرض جاؤ اور جھگڑ دے کر آؤ۔ کیسا صریح ظلم ہے کہ گھر بلا کر لوٹا جاوے۔ بجائے مسرت کے بعضوں کو بڑا جبر گذرتا ہے۔ مگر یہ امکان نہیں کہ یہ ٹکیں نہ ادا کیا جاوے فرمایئے کہ اس طرح اور اس نیت سے مال کا خرچ کرنا یا لینے والوں کو یا گھر والوں کو اس لینے دینے کا باعث بننا کہاں جائز ہے۔ کیونکہ دینے والے کی نیت تو محض شہرت ہے۔ جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے۔ قیامت میں اللہ تعالے اس کو ذلت کا لباس پہنادیں گے۔ یعنی جو کپڑا خاص شہرت کی نیت سے پہنا جاوے۔ معلوم ہوا کہ کوئی کام شہرت کی غرض سے کرنا جائز نہیں یہاں تو خاص یہی نیت ہوتی ہے۔ کہ دیکھنے والے کہیں گے کہ فلاں نے یہ دیا ورنہ مطعون کریں گے۔ کہ ایسے آنے کی ضرورت کیا تھی۔ دینے والے کو تو یہ گناہ۔ اب لینے کو سنئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ کسی مسلمان کا مال حلال نہیں۔ بدون اس کے دل کی خوشی کے۔ جب ایک شخص نے جبر و کراہت سے دیا لینے والے کو لینے کا گناہ ہوا۔ مگر دینے والا با وسعت ہے اور اگر اس کو جبر بھی نہیں گذرا۔ مگر غرض تو اس کی یہی ترفع و افتخار ہے۔ جس کی نسبت حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ان لوگوں کی دعوت قبول کرنے سے جو فخر کے لئے کھانا کھلادیں۔ غرض ایسے شخص کا کھانا کھانا یا اسکی چیز لینا بھی ممنوع ہے۔ کیونکہ اس میں اسکی معصیت کی اعانت ہے۔ اور اعانت معصیت خود معصیت ہے۔ غرض لینے والا بھی گناہ سے نہ بچا۔ اب گھر والوں کو لیجئے کہ وہی لوگ بلا کر باعث اس معصیت کے ہوئے۔ وہ یوں مبتلائے معصیت ہوئے (۴) پھر ناف گود میں کچھ اناج ڈال کر سارے کنبہ اور برادری میں بچہ کا سلام پہنچے جاتی ہے۔ اور وہاں سب عورتیں اس کو کچھ اناج دیتی ہیں۔ اس میں بھی وہی خیالات و نیتیں ہیں جو نمبر ۳ میں مذکور ہوئی ہیں۔ (۵) گھر پر سب کمینوں کو حق دیا جاتا ہے جس کو ۳۶ نوابنہ کہتے ہیں۔ ان میں بعض لوگ تو خدمتگذار ہیں۔ ان کو تو خواہ حق سمجھ کر یا انعام سمجھ کر دیا جائے تو مضائقہ نہیں بلکہ مستحسن ہے مگر یہ ضرور ہے کہ اپنی مقدور کا لحاظ رکھے۔ یہ نہیں کہ مطعون ہونیکے اندیشہ سے خواہی نخواہی قرض لے۔ گو سودی لے اپنی زمین باغ کو فروخت کرے یا گروی رکھے۔ اگر ایسا کریگا تو بوجہ ارتکاب ریا و نمود کے یا بلا ضرورت قرض لینے والوں کے ہاں ثبت کریگے اور سود دینے کے جو کہ گناہ میں سود لینے کے برابر ہے۔ جو کہ نصاً حرام ہے یا اسراف کا جتنی

اگر میں پاکستان کا وزیر اعظم ہوتا

از ماسٹر لال دین صاحب اخگر بی اے۔

قسط اوّل

ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ابھی جنت میں ستر عورت کے لئے پتوں کی تلاش ہی کر رہے تھے کہ خدائے وہاب و تواب نے ان کو خلعتِ نبوّت و خلافت پہنا کر عالمِ ناسُوت میں لا آباد کیا۔ پیغمبر علیہ السلام کی آمد کے ساتھ ہی منشائے الٰہی کا اعلان اور حدود اللہ کی وضاحت ضروری تھی۔ لہٰذا قرآن عزیز سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس وقت سے لے کر بعثت پیغمبر آخر الزمانؐ تک کائنات کی مختلف بستیوں میں ہادیانِ برحق تشریف لاتے رہے اور اولاد آدمؑ کو منشائے پروردگار سے آگاہ کرتے رہے۔ بالفاظ دیگر اسلام ہر زمانے میں منظر عام پر لایا گیا اور اس وقت کے ذی ہوش انسانوں نے اُس کی تمام خوبیوں کی دل و جان سے تصدیق کی یاد رہے اسلام کا یہ دعوےٰ بھی سراسر حقائق پر مبنی ہے کہ اس کے اندر نوعِ بشر کی فلاح اُخروی و دنیوی کے واضح واضح قوانین موجود ہیں۔ لہٰذا دُنیا والوں کا ہر قانون جو اسلامی تصورات سے مخالف ہے۔ قابلِ عمل نہیں۔

سطور بالا پر غور کرنے سے یہ مطلب لازماً ذہن نشین ہو گیا ہوگا۔ کہ کسی زمانے میں بھی کسی ذی شعور پر منشائے الٰہی گو مگو نہیں رہا۔ لہٰذا جہاں کہیں اور جب کہیں اسلامی اصول و ضوابط کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ اس کا تعلق حرص و ہوا کے بھوتوں سے ہے جو ہم ضعیف البنیان انسانوں پر ہر وقت مسلط رہتے ہیں۔ اور ہم اپنی کوتاہ اندیشی۔ نفع عاجل کی دُھن اور جبلی کمزوری کی بنا پر ان ابلیسی چھلاؤں کے سامنے فوراً ہتھیار ڈال دیتے ہیں۔ اور ہمت و صداقت سے باطل کا مقابلہ نہیں کرتے۔

میں اپنے آج کے زیرِ بحث عنوان کو مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں بیان کرونگا تاکہ قارئین کرام اور متعلقین حضرات اپنی منصبی۔ نجی۔ انفرادی۔ اور اجتماعی کوتاہیوں کو اپنی ہی حرص و ہوا کی طرف منسوب کریں اور کچھ غور و فکر کے بعد شاید ان کے قدم صراط مستقیم کی طرف اُٹھیں۔

حضرات! اگر میں پاکستان کا وزیر اعظم ہوتا تو میرا انتخاب اسلامی نظریات کے مطابق ہوتا۔ میں ہابیل کی قربانی کے قبول ہونے پر اس کو حسد سے قتل کرنے کی ناحق کوشش نہ کرتا اور نہ ہی فرعونی عزائم مجھ کو کسی کلیم وقت کے مقابلے میں لاتے اور مجھ سے اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کا دعوےٰ کرواتے۔ نہ ہی میں جمہوریت کا لبادہ پہن کر لاکھوں حسینوںؓ کو شہید کر کے یزیدی کُرسی حاصل کرتا۔ بلکہ میرا انتخاب خالص اسلامی طریقے پر ہوتا۔ کیونکہ زندہ قومیں حُسنِ انتخاب سے ہی دنیا میں ہمسایہ طاقتوں پر سبقت لے جاتی ہیں۔ وہ کسی رہبرِ قوم۔ مجاہدِ ملّت اور محبِّ وطن کی تلاش میں سرگردان پھرتی رہتی ہیں اور جہاں کہیں اُن کی نظریں ایسے افراد پر پڑتی ہیں تو وہ ان کی اندھا دُھند تقلید کرتی ہیں ... برسوں کی راہیں گھڑیوں میں طے کرتی ... منزل مقصود پر پہنچ جاتی ہیں۔

میں اپنے آپ کو وزارت عظمےٰ کے لئے خود پیش نہ کرتا۔ بلکہ میرے پیشِ نظر خلفائے راشدین کا لائحہ عمل ہوتا۔ کیونکہ ان کا انتخاب خلافت اس حقیقت کا ایک بیّن ثبوت ہے کہ کسی عہدہ کے لئے اپنے آپ کو خود پیش نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا ہی ارشاد ہے۔ آپ کا ارشاد درج ذیل ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ امارت و حکومت کی خواہش نہ کر اس لئے کہ اگر تجھ کو مانگنے سے حکومت ملی تو حکومت کے حوالے کیا جائے گا۔ اور اگر بے مانگے ملی تو خدا کی طرف سے تجھ کو مدد دی جائیگی (بخاری و مسلم شریف) مشکوٰة کتاب الامارة والقضاة فصل اوّل

"تاریخ شاہد ہے کہ غلامانِ مصطفےٰ برسوں سے دیکھ رہے تھے کہ صدق و صفاء بذل و ایثار۔ رحم و شفقت۔ خدمتِ خلق صبر و استقلال۔ جود و سخاوت اور حب اللہ اور حب الرسول میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہم پلہ ساری اُمت میں ایک شخص بھی نہیں۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ کے اجماع نے یہ اہم ترین مسئلہ نہایت عقیدت سے دست بیعت بڑھا بڑھا کر دیکھتے ہی دیکھتے حل کر لیا اور یہی سلسلہ باقی راشدین المہدیین کے وقتوں میں قائم رہا۔ لیکن یزید کے شخصی انتخاب نے اسلام کے اس فطری اصول پر کاری ضرب لگائی اور قریب تھا کہ اسلام جیسے زندہ و تابندہ مذہب سے حُسن انتخاب کا گرانمایہ جوہر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھن جاتا اور اس کی جگہ شخصی بربریت لے لیتی۔ مگر بحمد اللہ! عین مشیّت ایزدی کے مطابق پروردۂ آغوشِ رسولؐ۔ لختِ جگر حضرت بتولؓ۔ سوارِ دوش نبیؐ سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ مال و اولاد کو ساتھ لے کر آگے بڑھے اور دُنیا والوں پر ثابت کر دیا کہ ؎

سُرخیوں سے خُون کی آتا ہے تاریخوں میں رنگ
کربلاؤں سے ہے دینِ مصطفےٰ کی آبرو

ہاں۔ ہاں۔ حسینیؓ اقدام احیائے دین کی خاطر تھا۔ لہٰذا خالقِ اکبر نے نواسۂ رسولِؐ پاک کی اس مخلصانہ قربانی کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔

ہم نے دیکھا کہ اس اموی خاندان میں مجدّد اوّل حضرت عمر بن عبدالعزیز کا جب تخت اموی کے لئے انتخاب ہوا۔ آپ نے مجمع عام میں علانیہ فرما دیا تھا کہ میں اس بارہ گراں کو اُٹھانے کی اہلیت نہیں رکھتا ہوں۔ لہٰذا کسی اور شخص کو اس کام کے لئے منتخب کیا جائے۔ مگر افراد مجمع نے یکزبان ہو کر کہا کہ یہ بوجھ فقط آپ کے ہی کندھوں پر رکھا جائے گا۔ یاد رہے یہ تاریخی حقائق ہیں۔ جن کو شمس و قمر کی تابندگی حاصل ہے اور جمہوریت کے اصُول انہی واقعات سے منضبط کئے جاتے ہیں۔

آمدم بر سرِ مُدعا۔ متذکرہ بالا نظریات کو ملحوظ رکھتے ہوئے اگر میں خلق خدا کی خدمت کے لئے منتخب کیا جاتا تو یہ رائے عامہ ہوتی جو مجھ کو اس منصب کا ذمہ دار بناتی۔ میں اُن تمام چور راہوں۔ ریاکاریوں

دغا بازیوں - جھوٹے وعدوں - پرُ فریب اور نمائشی صداقتوں - رشوت ستانیوں اور دریوزہ گریوں سے کلیتہً اجتناب کرنا - جو آج کل الیکشن کی کامیابی کے لئے نہایت کارگر ہتھیار سمجھے جاتے ہیں - اس کے ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کردوں - ممکن تھا میں کیمبرج یا لندن یونیورسٹی کا فارغ التحصیل ہوتا - لیکن مجھ کو کتاب و سنت کی بھی پوری پوری واقفیت ضرور ہوتی میں اپنے اعلیٰ خاندانی ہونے، چند عمارتوں یا باغوں یا کارخانوں کا مالک ہونے کے فخر و زعم میں اپنے آپ کو وزارت عظمیٰ کا مستحق نہ سمجھتا - بلکہ اگر مجھ کو امارت و ثروت کے ساتھ جذبۂ خدمت خلق شام و سحر بے قرار رکھتا اور میں اپنی سابقہ زندگی میں غربا و مساکین، یتامیٰ اور بیوگان کی بے کسی پر لاتعداد دفعہ آنسو بہا چکا ہوتا اور ان کے دکھ درد میں شریک ہوتا، غیر شعوری طور پہ اپنا لائحہ عمل بنایا ہوتا اور اس کے ساتھ میرا دل و دماغ دکھیا انسانیت کو مصائب سے نکالنے کی فکر میں پورا انہماک رکھتا تو شاید میں خوف خدا سے رائے عامہ کو قبول کرتے ہوئے قلمدان وزارت کو سنبھال ہی لیتا -

اب میں محولہ بالا صفات کا حامل ہوتے ہوئے اور وزارت عظمیٰ کا عہدہ تسلیم کرتے ہوئے ایک طرف تو حکومت کے تمام شعبوں پہ ایک سیر حاصل نظر ڈالتا اور دوسری طرف اپنے مشیران کار کا انتخاب اس تاریخی حقیقت کے پیش نظر کرتا کہ حضرت فاروق اعظمؓ کی مردم شناسی کا یہ عالم تھا کہ آپ جس شخص کا انتخاب کسی عہدہ کے لئے کرتے تو اس کام کے لئے سارے عرب میں ان صلاحیتوں کا مالک اور کوئی متنفس نہیں ملتا تھا لہٰذا کسی وزیر کو کوئی رعایتی منصب نہ دیا جاتا - بلکہ اس کی دینداری - اہلیت، استعداد اور ذاتی تجربہ کا پورا پورا خیال رکھا جاتا - اور ساتھ ہی حزب مخالف کے ساتھ میرے مشیر اس قدر مروت - عزت افزائی اور شریفانہ برتاؤ روا رکھتے کہ چند دنوں میں ان کے خاصمانہ جذبات حسن تعاون سے بدل جاتے پارٹی بازی کی کشمکش کو ختم کرکے یکجہتی ناموس وحدت فکری تعمیری رجحانات اور باہمی مروت کیشی کا ماحول ہر قیمت پہ پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی - میرے ہم خیال وزراء فلاح ملک و قوم سے سرشار نظر آتے وہ ذاتی اغراض کی تکمیل، رشتہ پروری اور جاہ طلبی کے لئے باؤلے ہو کر ایک دوسرے پر

نہ جھپٹتے اور نہ ہی خفیف خفیف اختلافات پہ اسمبلی میں جوتی پیزار ہوتے نہ سوقیانہ گفتگو اور آبرو ریزی جیسے اخلاقی جرائم کے مرتکب ہوتے - بلکہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں کی پیروی میں نہایت مہذبانہ بحث و تمحیص سے اپنے مسائل سلجھاتے - حسب و نسب، ملی امتیازات اور صوبائی عصبیت کو زندگی کے کسی شعبے میں بھی درخور اعتنا نہ سمجھا جاتا بلکہ انّ اکرمکم عند اللہ اتقاکم پہ عمل کیا جاتا - المختصر! میرے شرکار فکر و عمل اسلامی جمہوریت سے واقفیت تامہ رکھتے اور اس پہ بدل و جان عمل کرتے -

اب میں آپ حضرات کے سامنے چند عزائم، دستوری اصلاحات اور ترمیمات پیش کرنے والا ہوں - جن کی ترویج ملک و ملت کی سربلندی کا باعث ہو سکتی ہے اس سلسلے میں سب سے پہلے میری توجہ مملکت خدا داد کے آئین و دستور پہ مرکوز ہوتی - کیونکہ میں جانتا ہوں کہ گذشتہ حکومتوں نے ملک ہند و پاک میں طرح طرح کے اصول مرتب کئے اور ان کے مطابق حکمرانی کی - ہندو راج سے قطع نظر، مغلیہ خاندان کا دور دورہ شخصی عملداری کا آئینہ دار تھا تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ جہاں بابر جیسے شیر دل جرنیل، ہمایوں جیسے حلیم الفطرت حکمران، شاہجہان جیسے نفیس مزاج دلدادۂ عجوبۂ روزگار تاجدار اورنگ زیب جیسے دلق پوش شہنشاہ موجود تھے وہاں جہانگیر جیسے شرابی کبابی اور محمد شاہ رنگیلے جیسے اوباش فطرت انسان بھی حکمرانوں میں نظر آتے ہیں مگر ہر دو نیک و بد طبقہ کا انتخاب اسلامی جمہوریہ کے خلاف ہوتا تھا - تاج و تخت حکومت میراث میں ملتا تھا خیر بنظر اختصار ان سات صدیوں کی شخصی حکمرانی کے بعد انگریزوں کا تسلط ہوا - تو ان کا دستور جہانداری مجھ سے نہیں بلکہ انگریزی عملداری کے ایک بہت بڑے نباض اور ملک ہندو پاک کے بہت بڑے حساس قلندر صفت شاعر سے پوچھئے - اپنی مخصوص لَے میں نہایت مستی کے عالم میں فرماتے ہیں -

آ بتا دوں تجھ کو رمز آیۂ ان الملوک
سلطنت اقوام غالب کی ہے اک جادوگری
خواب سے بیدار ہوتا ہے ذرا محکوم اگر
پھر سلا دیتی ہے اس کو حکمراں کی ساحری

اور آگے چل کر فرماتے ہیں -

دیو استبداد ہے، نیلی قبا میں پائے کوب
تو سمجھتا ہے کہ آزادی کی ہے نیلم پری

خیر! انگریزوں کی دنیاوی دانش مندی درحقیقت ساحری سے کسی طرح بھی کم ثابت نہ ہوئی - پوری ایک صدی تک ہمارے آبا و اجداد پہ انھوں نے حکومت کی اور ہمارے سامنے دستور و آئین کا ایک ایسا مخلوط ڈھانچہ پیش کیا کہ ہمارے مغرب زدہ نوجوانوں نے اس کو دور حاضرہ کی الہامی کتاب سمجھ کر سر آنکھوں پہ جگہ دی -

بعض علمار نے اس کی ہر جزو کو اسلام کے خلاف قرار دیا - حالانکہ اس میں لارڈ کارنوالس کے عہد میں بعض اسلامی دفعات بھی شامل کی گئی تھیں اور اس کے ساتھ ساتھ پنڈت جی کی ٹر اور مسیحی مفکرین کے خانہ ساز اصول و ضوابط بھی موجود تھے - القصہ! ان آئینی تنقیدات سے میری مراد یہ ہے کہ میرے افراد ملک و ملت کو عرصہ دراز سے قوانین محمدیہ سے واسطہ ہی کم پڑا ہے - یہی وجہ ہے - کہ بعض کم سمجھوں نے اسلامی دستور کی بعض دفعات مثلاً قطع ید اور سنگساری وغیرہ کو بدوی تہذیب کی یادگار بتایا اور لادینی کی یہ آواز حلقہ خاص سے فضائے عام میں گونجی اور سارا پاکستان ان آوازوں سے بھر گیا " اسلامی حکومت کا تصور ہی غیر ممکن ہے " " آہستہ آہستہ اسلامی ماحول پیدا کرنا چاہیئے " " جب چودہ سو برس میں اسلامی حکومت قائم نہیں ہوئی تو اب کیسے ہو سکتی ہے " خیر مضیٰ ما مضیٰ! اگر میں وزیر اعظم ہوتا تو سب سے پہلے جو فقرہ باشندگان پاکستان میری زبان سے سنتے وہ یہ ہوتا ہے

طرز جمہوری، نہ شان کجکلاہی چاہیئے
جس کے بندے ہیں اسی کی پادشاہی چاہیئے

اب ایک معترض کے دل میں فوراً یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے - کہ میں روس و امریکہ برطانیہ اور فرانس جیسی مستحکم سلطنتوں کے دستور کو کیوں ناقابل عمل سمجھتا ہوں - تو اس وقت میرے ذہن میں یہ جواب پیدا ہوتا ہے - کہ مذہب اسلام اس مجموعہ قوانین کا نام ہے - جس میں حقوق اللہ اور حقوق العباد کی بتدریج تفصیل موجود ہے اور دنیا کا کوئی مذہب اور کسی ملک کا کوئی کوڈ بھی ایسے زریں اصول نہیں پیش کر سکتا - کیوں کہ اسلام نے حاکم و محکوم اور مسلم و ذمی کے حقوق کے ساتھ انسانی زندگی کے اقتصادی، تمدنی، معاشرتی، عدالتی، مذہبی، فوجی، انفرادی اجتماعی اور بین الاقوامی تعلقات کو نہایت نمایاں طور پہ بیان کیا ہے اور اس کے انصاف پرور دفعات میں ملکی اور نسلی تعصبات

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

انسان روح اور جسم دو چیزوں سے مرکب ہے

(از جناب مولینا محمد سعید صاحب بانی مدرسہ رحیمیہ تعلیم القرآن ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر)

گزشتہ سے پیوستہ

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو خدام الدین مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۵۷ء

فرعون نے موت کو دیکھ کر کہا کہ موسےؑ کے رب پر ایمان لاتا ہوں۔ مگر اب وقت گزر چکا تھا۔ توبہ کا دروازہ بند ہو چکا تھا کہ یہ یاس کی توبہ تھی۔

اب پچھتائے کیا ہووت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

اللہ تعالےٰ نے یہ دنیا کی زندگی محض آخرۃ کی نیکی کی خاطر ہی تو عطا فرمائی ہے۔ اللہ تعالےٰ نے انسان کو عبادت کا حکم دیا ہے اور بندہ بندگی سے غافل ہے۔ رزق تو اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ انسان کو جس چیز کا حکم ہے۔ وہ اُسے بجا لانے سے گریز کرتا ہے اور جس چیز سے بے پرواہ رہنے کی طرف اشارہ ہے۔ اُس کے پیچھے دربدر خاک بسر پھرتا ہے۔ دوستو اس دنیا کی زندگی کو غنیمت سمجھو اور آخرۃ کے لئے کچھ سرمایہ جمع کر لو۔ ورنہ موت کے وقت پچھتانا بیکار ہوگا اور یہ دنیا کچھ کام نہ آسکے گی۔ ایک عبرتناک واقعہ تمثیلاً عرض کرتا ہوں۔

لکھا ہے کہ ایک مغرور بادشاہ نے ایک میلہ کا دن خوشی منانے کے لئے مقرر کیا۔ اور ایک بہت بڑے میدان میں چار دیواری بنا کر ایک دروازہ رکھا گیا۔ اس دن کسی بھی مظلوم یا فریادی کو اندر جانے کی اجازت ہرگز نہ تھی۔ ناچنے گانیوالی عورتوں اور برہنہ طوائفوں کو شراب پلانے پر مامور کیا گیا۔ پولیس اور فوج کے سنگین پہرہ میں خوب محفلِ رقص و سرود گرم تھی۔ دربان سے کسی نے آکر کہا کہ مجھے بادشاہ سے ملنا ہے تو جواب ملا کہ آج رقص و سرود کے میلے کا دن ہے۔ اندر جانے کی کسی کو اجازت نہیں ہے تو فرمایا مجھے بہت ضروری کام ہے۔ ان کے اصرار پر بادشاہ کو دربان نے اطلاع دی کہ اچانک وہ بھی آموجود ہوئے۔ بادشاہ کو مخاطب کرکے کہا کہ میں عزرائیل ہوں اور تیری روح قبض کرنے آیا ہوں۔ بس اتنا کہنا ہی تھا کہ میدان میں صفِ ماتم بچھ گئی اور

جہاں بجتے ہیں نقارے وہاں ماتم بھی ہوتے ہیں

کا سماں بندھ گیا۔ بادشاہ نے انتہائی لجاجت اور عاجزی سے عرض کیا کہ مجھے صرف ایک گھنٹہ کی مہلت دے دی جائے تاکہ کچھ خیرات صدقہ کر لوں۔ کچھ اللہ کا نام ذکر کر لوں۔ تو فرمایا۔ وَ اَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ o وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ط (سورۃ المنفقون رکوع ۲ پ ۲۸)

اور اس میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں روزی دی ہے۔ اس سے پہلے کہ کسی کو تم میں سے موت آجائے تو کہے اے میرے رب تو نے مجھے تھوڑی مدت کیلئے ڈھیل کیوں دی کہ میں خیرات کرتا اور نیک لوگوں میں سے ہو جاتا اور اللہ کسی نفس کو ہرگز مہلت نہیں دیگا۔ جب اسکی اجل (موت) آجائیگی دیکھئے کتنا عبرتناک واقعہ ہے۔ اگر اپنی بھلائی چاہتے ہو تو عبرت حاصل کرو اور اپنی مہلک روحانی بیماریوں کا علاج کرالو۔ اگر یہ مہلک روحانی بیماریاں قبر حشر میں ساتھ گئیں تو ہمیشہ کیلئے بدترین ذلت کے عذاب کا شکار بن جاؤ گے۔ جس طرح جسمانی بیماریوں کے علاج کیلئے حکیموں ڈاکٹروں کی دہلیز بوسی کرنی پڑتی ہے۔ اور کڑوی کسیلی دوائیں اور مرغوبات طبع سے پرہیز کرتے ہوئے بحالی صحت کیلئے کوشاں رہتے ہو بالکل اُسی طرح روحانی امراض کے علاج کیلئے بھی اولیاء اللہ کی خدمت میں حاضر ہونیکی ضرورت ہے اور طبیب روحانی کے بتائے ہوئے اوراد و وظائف کو پوری طرح نبھانے کی بھی کوشش کرنی ضروری ہے اور طبیب روحانی کی جس قدر عقیدت عظمت اور اطاعت ہوگی۔ اُسی قدر فیضانِ صحبت کے اثرا ظاہر ہوں گے اور امراض مہلکہ شرک۔ کفر۔ عجب کبر و نخوت وغیرہ سے جلد ہی چھٹکارا اور نجات نصیب ہوگی۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر طبیب روحانی کے متعلق ذرہ بھر بھی بدگمانی کی جاوے اور شکایت کو روا رکھا جائے تو طبیعت میں کدورت پیدا ہو کر ذکر اللہ کی توفیق سلب ہو جاتی ہے۔ نیکی کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ بُرائی کی طرف میلان ہو کر اللہ کی ناراضگی اور غضب کا سبب بن جاتا ہے۔

آج کل عظیم اکثریت بُرائیوں میں مبتلا ہے نیکی کی طرف رغبت ہی نہیں رہی۔ شرک۔ کفر بدعت۔ ناچ۔ گانے۔ زنا۔ چوری۔ ڈاکہ۔ قتل و غارتگری۔ رشوت۔ جُوا۔ منشیات و دیگر تمام خباثتوں کا بازار گرم ہے۔ دین اور علماء دین سے بیزاری کا رجحان عام ہے۔ بلکہ حد تو یہ ہے علماء حق کو علانیہ بُرا بھلا کہا جاتا ہے اور تحقیر دین و علماء دین کیلئے ایک منظم سازشی تحریک جاری ہے۔ حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ علماء کی مثال زمین میں ایسی ہے۔ جیسا کہ آسمان میں ستارے۔ جن کے ذریعہ سے جنگل کے اندھیروں اور سمندر کے سفر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ اگر ستارے بے نور ہو جائیں تو اقرب ہے کہ رہبرانِ قوم راستہ سے بھٹک جائیں اور فرمایا کہ نبوۃ کے درجہ سے بہت ہی قریب علماء کی جماعت ہے۔ اس لئے کہ علماء وہ راستہ بتلاتے ہیں جو اللہ کے رسولؐ لے کر آئے ہیں اور فرمایا نیکی سکھانیوالے علماء پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے فرشتے ان کیلئے دعا کرتے ہیں اور ہر وہ چیز جو زمین و آسمان میں ہے۔ حتیٰ کہ چیونٹیاں بھی اپنے سوراخ میں اور مچھلیاں پانی میں ان کیلئے دعاءِ خیر کرتی ہیں اور حضرت علیؓ کا قول ہے کہ جب کوئی عالم مرجاتا ہے تو اسلام میں ایک رخنہ پڑ جاتا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے کہ جو شخص کسی عالم سے بلا وجہ بغض رکھے۔ تو اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔ اور ایک مقام پر آتا ہے کہ ہم لوگوں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عہد لیا گیا کہ ہم علماء کا اکرام کریں اور اُنکی تعظیم کریں اور ہم میں یہ قدرت نہیں ہے کہ اُن کے احسانات کا بدلہ چکا سکیں۔ چاہے اپنا سب کچھ دیدیں یا مدت العمر تک اُنکی خدمت کرتے رہیں۔ حضرت علیؓ سے روائت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جب میری اُمت اپنے علماء سے بغض رکھنے لگے گی اور عمارتوں کو بلند [illegible] اور مال و دولت پر نکاح کرنے لگیگی (یعنی نکاح میں بجائے دینداری اور تقوٰے کے مالدار کو ترجیح دی جاویگی) تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے چار عذاب مسلّط کئے جاوینگے۔ قحط سالی۔ ظالم بادشاہ۔ رشوت خور حاکم اور دشمنوں کے حملے۔ بخاری شریف کی ایک روائیت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا جو شخص میرے کسی دوست کو ستائیگا۔ میں اس کو اعلانِ جنگ دیتا ہوں۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ میں اپنی امت پر تین چیزوں سے زیادہ کسی چیز کا خوف نہیں کرتا۔ منجملہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ عالم کو دیکھیں اور اُسکی پرواہ نہ کریں ایک اور ارشاد ہے کہ حاملین قرآن اللہ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی رکھتا ہے وہ اللہ سے دشمنی رکھتا ہے جو اُن سے دوستی رکھتا ہے وہ اللہ سے دوستی رکھتا ہے نیز یہ بھی آپؐ کا فرمان ہے کہ وہ شخص میری امت سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علماء کی قدر نہ کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اسلام لانے والوں پر قریش کے جور و ستم

از جناب حاجی کمال الدین صاحب مدرس کار پوریشن

گذشتہ سے پیوستہ

نمبر ۶

سنہ ۱۱ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر جو مقام الحرا اور منیٰ کے درمیان واقع ہے۔ لوگوں کو باتیں کرتے سنا۔ اس آواز پر خدا کا نبیؐ ان لوگوں کے پاس پہنچا۔ یہ چھ آدمی تھے۔ اور یثرب سے آئے تھے۔ ان کے سامنے حضورؐ نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا۔ ان کی محبت کو خدا کے ساتھ کرایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی۔ نیکی اور پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن شریف کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن کیا۔ یہ لوگ اگرچہ بُت پرست تھے۔ لیکن انھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا یہ ذکر کرتے سنا تھا کہ ایک نبیؐ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے۔ جلد ۱ صفحہ ۳۰۴ زادالمعاد۔ اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے تو دین حق کے سچے [illegible] بن گئے۔ وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری دیتے تھے کہ وہ نبیؐ جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آ گیا۔ ہمارے کانوں نے اس کا کلام سنا۔ ہماری آنکھوں نے اس کا دیدار کیا اور اس نے ہم کو اس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے کہ دنیا کی زندگی اور موت اب ہمارے سامنے ہیچ ہے۔

ان لوگوں کے بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب میں گھر گھر آنحضرتؐ کا ذکر ہونے لگا۔ اور اگلے سال سنہ ۱۲ نبوت میں یثرب کے بارہ باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبیؐ کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔ ان لوگوں نے جن باتوں پر حضورؐ سے بیعت کی تھی وہ یہ ہیں:۔

۱۔ ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو اس کا شریک نہیں بنائیں گے۔

۲۔ ہم چوری اور زنا کاری نہیں کریں گے۔

۳۔ ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

۴۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔

۵۔ ہم نبی کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کریں گے۔

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو حضورؐ نے ان کی تعلیم کے لئے مصعب بن عمیرؓ کو ساتھ کر دیا۔ یہ مصعبؓ امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے۔ جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے، بدن پر دو سو روپے سے کم کی پوشاک کبھی نہ پہنتے۔ مگر جب ان کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا۔ تب ان جسمانی آرائشوں اور نمائشوں کو انھوں نے بالکل ترک کر دیا تھا۔ جن دنوں یہ مدینہ میں دین کی منادی اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے۔ ان دنوں ان کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا۔ جسے اگلی طرف سے کیکر کے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے۔

مصعب رضؓ مدینے میں اسعد بن زرارہؓ کے گھر جا کر اترے تھے اور ان کو مدینہ والے المقری (طبری صفحہ ۱۲۱۳) یعنی پڑھانے والا، استاد کہا کرتے تھے۔ ایک دن مصعبؓ اسعد رضؓ اور چند مسلمان یہ غور کرنے کے لئے جمع ہوئے کہ بنی عبدالاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے۔ سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے۔ انھیں بھی خبر ہوئی۔ سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا۔ تم کس غفلت میں پڑے ہو دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں میں آ کر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے۔ تم جاؤ انھیں جھڑک دو اور کہہ دو کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا۔ مگر اس لئے خاموش ہوں کہ اسعدؓ میری خالہ کا بیٹا ہے۔

اسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا اسعدؓ نے مصعبؓ کو کہا۔ دیکھو یہ قبیلے کا سردار آ رہا ہے۔ خدا کرے کہ وہ تیری بات مان جائے۔ مصعبؓ نے کہا کہ اگر وہ آ کر بیٹھ گیا تو میں اس سے ضرور کلام کروں گا اتنے میں اسید آ پہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعب رضؓ نے کہا کاش آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں۔ اگر پسند آئے قبول فرمائیں ناپسند ہو تو اسے چھوڑ دیں۔ اسید نے کہا خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعب رضؓ نے سمجھایا۔ کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ اسید نے سب کچھ چپ چاپ سنا۔ بالآخر کہا ہاں یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی تمہارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ تو تم کیا کرتے ہو انہوں نے کہا نہلا کر، کپڑے پاک پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے ہیں۔ اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں۔ اسید اٹھا کپڑے دھوئے۔ کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کئے۔ پھر کہا۔ میرے پیچھے ایک اور شخص ہے اگر وہ تمہارا پیرو ہو گیا۔ تو پھر کوئی تمہارا مخالف نہ رہے گا اور میں ابھی جا کر تمہارے پاس اسے بھیج دیتا ہوں اسید یہ کہہ کر چلا گیا۔ ادھر سعد بن معاذ اس کے انتظار میں تھا۔ دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا۔ دیکھو اسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا۔ جب اسید آ بیٹھا تو سعد نے پوچھا کہ کیا ہوا۔ اسید بولا، میں نے انھیں سمجھا دیا ہے۔ اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمہارے منشا کے خلاف نہ کریں گے۔ مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا۔ بنو حارثہ وہاں آ گئے تھے۔ اور وہ اسعد بن زرارہ کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ تھے کہ وہ تیرا بھائی ہے یہ سن کر سعد بن معاذ غصے میں بھر گیا اور اپنا حربہ سنبھال کر کھڑا ہو گیا۔ اسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ اس کے بھائی کو نہ مار ڈالیں اس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اسید! تم تو کچھ کام بھی بنا کر نہ آئے۔ سعد وہاں پہنچا۔ دیکھا کہ مصعبؓ و اسعدؓ دونو باطمینان بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد سمجھا کہ اسید نے مجھے ان کی باتیں سننے کے لئے بھیجا ہے یہ خیال آتے ہی گالیاں دینے لگا اور اسعد کو یہ بھی کہا کہ اگر میرے تمہارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمہاری کیا مجال تھی کہ ہمارے محلے میں چلے آتے۔ اسعد نے مصعبؓ سے کہا۔ دیکھو یہ بڑے سردار ہیں اور اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمہارے مخالف نہ رہ جائیں گے۔ مصعبؓ نے سعد سے کہا آیئے، بیٹھ جایئے، کوئی بات کریں۔ ہماری بات پسند آئے تو قبول کیجئے، ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا مصعبؓ نے اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سنایا۔ آخر سعد نے بھی

اوہی سوال کیا جو اسید نے کیا تھا۔ الغرض سعد اٹھا۔ نہایا، کپڑے دھوئے، کلمہ پڑھا۔ نفل ادا کئے اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا آتے ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا۔ اے بنی عبدالاشہل، تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟ سب نے کہا تم ہمارے سردار ہو، تمہاری رائے، تمہاری تدبیر بہتر اور اعلیٰ ہوتی ہے۔ سعد رضہ بولا، سنو! خواہ کوئی مرد ہے یا عورت، میں اس سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ جب تک کہ وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے۔ اس کے کہنے کا یہ اثر ہوا کہ اس قبیلے میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہو گیا۔

مصعب رضہ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح انصار کے تمام قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال ۱۳ سنہ نبوت میں ۷۳ مرد دو عورتیں یثرب کے قافلے میں مل کر مکہ آئے۔ ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لئے بھی بھیجا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راست بازوں کا گروہ اسی متبرک مقام پہ جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں پہنچ گیا اور خدا کا برگزیدہ رسولؐ بھی اپنے چچا عباس رضہ کو ساتھ لے کر وہاں جا پہنچا۔ طبری صفحہ ۲۴۴، حضرت عباسؓ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک بات کام کی کہی۔ وہ یہ کہ لوگو تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں اگر تم ان سے کوئی عہد و اقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ نازک اور مشکل کام ہے۔ محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا سرخ و سیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔ جو کچھ کرو، سوچ سمجھ کر کرو، ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو (سرخ لڑائی سے مراد سخت خونریز لڑائی اور سیاہ لڑائی سے تاریک انجام والی لڑائی مراد ہے) ان راستبازوں نے عباس رضہ کو کچھ بھی جواب نہ دیا۔ بلکہ حضورؐ سے عرض کیا کہ کچھ ارشاد فرمائیں۔ حضورؐ نے ان کو خدا کا کلام جو خدا کا پیغام انسان کی طرف تھا۔ پڑھ کر سنایا۔ جس کے سننے سے وہ ایمان کے نور سے بھرپور ہو گئے ان سب لوگوں نے عرض کی کہ خدا کا نبیؐ ہمارے شہر میں چل بسے۔ تا کہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔ حضورؐ نے فرمایا:-

(۱) کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے؟ (۲) اور جب میں تمہارے شہر میں جا بسوں، کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل و عیال کی مانند کرو گے؟ ایمان والوں نے پوچھا ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا؟ نبیؐ نے فرمایا۔ بہشت (جو نجات اور خدا کی خوشنودی کا محل ہے) ایمان والوں نے عرض کیا۔ اے خدا کے رسولؐ، یہ تو ہماری تسلی فرما دیجئے کہ حضورؐ ہم کو کبھی چھوڑ تو نہ دیں گے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ نہیں میرا جینا، میرا مرنا تمہارے ساتھ ہو گا۔ اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ براء بن معرور رضہ وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہل مکہ کو پکار کر کہا، لوگو! آؤ، دیکھو کہ محمدؐ اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا، تم اس کی آواز کی پرواہ نہ کرو۔ عباس رضہ بن عبادہ رضؓ نے کہا۔ اگر حضورؐ کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں۔ حضورؐ نے فرمایا، نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴

اس کے بعد حضورؐ نے ان میں سے ۱۲ شخصوں کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چن لیا تھا۔ اسی طرح میں بھی انتخاب کرتا ہوں۔ تا کہ تم اہل یثرب میں جا کر دین کی اشاعت کرو اور میں مکہ والوں میں خود کام کروں گا۔ ان کے نام یہ ہیں:-

قبیلہ خزرج کے ۹، اسعد بن زرارہ[۱] رافع بن[۲] مالک، عبادہ بن[۳] صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن[۴] ربیع۔ منذر بن[۵] عمرو، عبداللہ بن[۶] رواحہ، براء بن[۷] معرور، عبداللہ بن عمرو[۸] بن حرام، سعد بن[۹] عبادہ۔

قبیلہ اوس کے ۳۔ اسید بن حضیر۔ سعد بن خثیمہ، ابوالہیثم بن تیہان۔

زاد المعاد جلد ۱ صفحہ ۳۰۴

شذرات:- بقیہ صفحہ ۳ سے آگے

بقیہ صفحہ ۳ سے آگے

تو فلمی رسالوں اور اخباروں کو پھر ایسے اخبارات اور رسائل میں معمہ بازی کی لعنت بھی شامل ہوتی ہے جو کسی طرح بھی قمار بازی سے کم اخلاقی جرم نہیں۔ یہ سب کچھ حکومت کی "ناک" کے پیچھے ہوتا ہے۔ روزانہ لاکھوں قومی نوٹ عوام کی جیبوں سے نکل کر جعل سازوں اور دھوکہ بازوں کی جھولیوں میں چلا جاتا ہے۔ قوم میں تصویر بینی کی ہوس اتنی بڑھ گئی ہے کہ اخبارات اور رسائل بے حیا عورتوں کی تصویروں سے پٹے پڑے ہیں۔ سرورق پر تو کسی فلمی اداکارہ کی تصویر ہر حالت میں ضروری ہے عقل اور دانش کا معیار بس کسی فلمی ممثلہ کے فرمان کا محتاج ہے۔ صابن کا اشتہار ہو۔ یا دانتوں کو صاف کرنے والے منجن کا۔ سوڈا واٹر فیکٹری کا بورڈ ہو یا پھر کسی حجام کی دکان ہو ہمارا قومی رجحان اس بات کا مقتضی ہے۔ کہ اشتہار کا مضمون یا مصنوعات کی تعریف صرف فلمی زبان کی ایکٹرس سے ادا ہو اور ساتھ ہی اس کی بہترین تصویر شامل ہو جو قومی دماغی عیاشی کا سامان پیدا کر سکے۔

ہمارے قومی نمائندے جو بیرون ملک جاتے ہیں۔ وہ ایک معمولی افسر ہوں یا جمہوریہ کے وزیر دوسرے ممالک میں جا کر اُن حرکات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جن کو دیکھ کر اغیار بجا طور پر "جمہوریہ اسلامیہ" کے نام پر طعنہ زنی کر سکتے ہیں اور ہر غیرت مند پاکستانی کا سر جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے ہر وقت کیمرہ لئے ہاتھ میں گھومنا۔ کلبوں میں جا کر رقص کرنا۔ بیسواؤں کے ساتھ تصویریں اتروانا۔ آخر کن رجحانات کا پتہ دیتے ہیں۔ کیا انہیں صحیح اسلامی رجحانات کہا جا سکتا ہے۔ ع

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیئے

اس موقعہ پر اپنے ہمعصر اخبارات و رسائل کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ ان میں سے اکثریت تو سینما بینی کے خلاف نہیں اور ان کی زندگی کا انحصار فلمی اشتہارات پر ہے۔ لیکن افسوس ہے ان صحافیوں پر جو دینداری میں قدم بھی رکھتے ہیں اور سینما کی نشر و اشاعت میں بھی خوب حصّہ لیتے ہیں۔ ان حضرات سے ہماری درخواست ہے کہ ع

دو رنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا
سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

یہ فہرست بہت طویل ہے۔ مدعا صرف یہ ہے کہ اس سیل لادینیت کا مقابلہ صرف مختصر سا دینی طبقہ فکری طور پر اور اس سے بھی قلیل تر عملی طور پہ کچھ نفوس کرتے ہیں۔ جن کو نہ زر و مال کی پشت پناہی حاصل ہے۔ نہ اقتدار کی سربراہی۔ اپنی نحیف آوازوں کو وہ جمہور تک پہنچاتے ہیں۔ اور حجت تمام کرتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے ہر شخص کو فہم و ادراک ضرور دے رکھا ہے کہ وہ اپنے دنیوی اور اخروی سود و زیاں

کی تمیز کر سکیں۔ آج ہر شخص بلا عذر یہ قبول کر لے گا۔ کہ ہمارے اخلاق آمادۂ تنزل ہیں یا رو بہ اصلاح تقلید اعمیٰ ہمیں نجات سے روشناس کرا رہی ہے یا ہمارے اخلاقی سفینہ کو عمیق سمندر میں غرق کر رہی ہے۔ اس موضوع پر مسلمانوں کو سوچنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ حکومت سے بھی ہم اُمید رکھتے ہیں کہ چونکہ قومی اخلاق کا تحفظ بھی اسی کے ذمہ ہے۔ اس لئے وہ اپنے فرض سے مزید تغافل شعاری سے کام نہ لے۔ ارباب اختیار ایسی روش اختیار کریں۔ جس سے نہ صرف ان کی بلند اخلاقی کا مظاہرہ ہو۔ بلکہ ان کا کردار قومی اخلاق کی بھی رہنمائی کر سکے۔ ورنہ ذاتی کردار کے خمیازہ کے ساتھ ساتھ قومی بد کرداری کا وبال بھی ان کے سر ہو گا۔

خطبۂ جمعہ و مجالس ذکر

جیسا کہ گذشتہ شمارہ میں اعلان کیا گیا تھا حضرت شیخ التفسیر مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی عمرہ کے لئے حرمین الشریفین کے سفر پر روانہ ہو گئے ہیں۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ ان کی عدم موجودگی میں ان صفحات سے یہ دونوں عنوانات عارضی طور پر محو کر دیئے جاتے۔ لیکن چونکہ یہی دو عنوانات اس جریدہ کی جان ہیں۔ اس لئے ادارہ نے فیصلہ کیا ہے۔ کہ اس پرچہ کے احیاء سے پہلے کے خطبات جمعہ اور مجالس ذکر کی تقاریر ہر ہفتہ ان عنوانات کے تحت شائع کر دی جائیں تاکہ قارئین کرام کی روحانی تسکین ہوتی رہے۔

آخر میں ہم قارئین کرام سے درخواست کرتے ہیں کہ بارگاہ رب العزت میں وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ حضرت اقدس کو بخیر و عافیت واپس لائے۔ آمین یا الٰہ العالمین

بقیہ ذکر الٰہی صفحہ ۸ سے آگے۔

تیری دشمن ہے اور تیرا ہر سانس جو باہر نکلے۔ اگر غفلت سے نکلے اور یاد حق نہ ہو تو تیرے لئے داغ ہے

(نفحات الانس جامیؒ)

حضرت عارف باللہ شمس تبریزؒ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

ما در جہاں غیر خدا یار نداریم
جز یادِ خدا دگر کار نداریم

آؤ ہم بھی اپنی چار روزہ حیات مستعار کا نصب العین یاد خدا بنا لیں اور اس کے بعد جو کام بھی کریں اس جذبے کے تحت کریں۔

باقی دارد

بقیہ مجلس ذکر۔ صفحہ ۷ سے آگے۔

اور یہ جذب اختیاری ہے۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو نیکی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی توفیق عطا فرمائے۔

جب ہم دنیا کے معاملے میں یہ نہیں چاہتے کہ جس تنخواہ پر ہم ملازم ہوئے ہیں۔ ہمیشہ ہماری وہی تنخواہ رہے تو دین کے معاملہ میں جو کچھ ہم کر رہے ہیں۔ اسی کو کافی کیوں سمجھا جائے۔ آگے بڑھنے کی کوشش کیا کیجئے۔

بقیہ اگر میں وزیر اعظم ہوتا۔ صفحہ ۱۴ سے آگے

کا شائبہ تک بھی موجود نہیں۔ بلکہ انسانی برادری۔ مساوات۔ اخوت اور حسن مروت کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اس دستور کی ہر تعزیر مجرم کے حق میں آیۂ رحمت کا حکم رکھتی ہے اور اس کا ہر حکم فلاح دارین کا ضامن ہے۔

اس کے ظاہری ضرر میں منفعت سرمدی کی ایک دنیا آباد ہے۔ کیونکہ یہ خالق کائنات کا آئین ہے۔ اس میں انسانی لغزشوں اور خود غرضیوں کا کوئی امکان نہیں۔

اقبال مرحوم نے سچ فرمایا ہے ؎

وحی حق بینندۂ سودِ ہمہ!
در نگاہش سود و بہبودِ ہمہ!

دوسری جگہ فرماتے ہیں ؎

رسم و راہ و دین و آئینش ز حق
زشت و خوب و تلخ و نوشینش ز حق

گویا مسلمان وزیر اعلےٰ کا عمل لازماً الحبُّ فی اللہ والبغض فی اللہ کا مصداق ہوتا ہے۔

ایک اور جگہ حکمرانوں کو اپنے مخصوص انداز میں یوں بیدار کر رہے ہیں ؎

زیر گردوں آمری از قاہری است
آمری از ماسوا اللہ کافری است

آخر میں فرنگی نظام جمہوریت پر چند خون کے آنسو بہاتے ہیں ؎

وائے بر دستور جمہور فرنگ
مردہ تر شد مردہ از صور فرنگ

فرنگی حکومت کے وزراء کے متعلق ان کا ایک مصرعہ نفسیاتی لحاظ سے لعل و جواہر سے بھی زیادہ گراں قیمت ہے۔ فرماتے ہیں ع

ہر زماں اندر کمین یک دگر

یعنی ان کو ملک کی فلاح و بہبود پیش نظر نہیں۔ بلکہ پارٹی بازی کا ہر لمحہ خیال رہتا ہے۔ لہذا میں ان نظائر و بصائر کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سب سے پہلے مملکت خداداد کے آئین کا دار و مدار بلا تردد و تاخیر کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ﷺ پر رکھتا اور پروردگار عالم کے فضل سے توقع رکھتا کہ میرا وطن چند دنوں میں امن و آشتی اور استحکام و آسودگی کا گہوارا بن جاتا۔ اور باقی ممالک کے ایک عالمگیر امن کا علمبردار ہو گا۔ (باقی پھر)

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔

بچوں کا صفحہ

سفینۂ نوحؑ کی تلاش

گذشتہ سے پیوستہ

۱۹۵۲ء میں نوارا کی ملاقات وکٹر مہم کے ایک شخص ہبلٹی رکز سے ہوئی جو کوہ جودی پر چڑھنے کا خواہشمند تھا۔ لیکن اس کے پاس کافی سرمایہ موجود نہیں تھا۔

نوارا کا دل خوشی سے جھوم اٹھا اُسے کشتئ نوح کی تلاش کے لیئے ایک ساتھی مل گیا تھا۔ چنانچہ چند ہفتہ بعد ہی مہم کا پروگرام طے ہو گیا اور وہ ویزا کا انتظار کیئے بغیر ترکی روانہ ہو گئے۔

انقرہ میں خاصی تگ و دو اور کئی ہفتہ قیام کے بعد بالآخر انہیں کوہ جودی پر فوجی علاقہ میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی اور انہوں نے پہاڑ پر چڑھنا شروع کر دیا۔ آخر میں میکز کے بتائے ہوئے علاقہ میں پہاڑ کے مغربی سرے پر ایک گلیشیر سے سو گز کے فاصلے پر ہی تھا کہ برف کا زبردست طوفان آ گیا اور اُسے نیچے آنا پڑا۔ اسی اثنا میں وہ بیمار پڑ گیا اور اس نے دوبارہ پہاڑ پر چڑھنا مناسب نہ سمجھا۔

اس کے بعد ۱۹۵۴ء کے آخر میں نوارا نے اس مہم کو شروع کرنے کے لیئے حوصلے کو بلند کیا اور اپنے مقصد کے حصول کے لیئے ایک نئی اُمنگ اور نیا ولولہ اب جنون کی حد تک پہنچ چکا تھا۔ نوارا نے تہیہ کر لیا تھا کہ جس طرح بھی ہو وہ اپنی اس مہم کو ناکام نہیں ہونے دے گا۔

اس نے اپنے ارادہ کا تذکرہ اپنی بیوی اور بچوں سے کیا۔ نئی مہم کے لیئے اس کے پاس کافی سرمایہ نہیں تھا۔ پھر مصیبت یہ تھی کہ تیسری مہم کے لیئے ویزا حاصل کرنے اور اجازت نامہ ملنے میں تاخیر کا امکان تھا بہر حال کافی دیر بحث کے بعد یہ طے پایا کہ پورا خاندان مہم پر جائے۔

چنانچہ ۱۹۵۵ء کے موسم بہار میں نوارا اپنے پورے خاندان کو لے کر موٹر کے ذریعہ ترکی روانہ ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ ہم کوہ جودی سے پچاس میل کے فاصلہ پر ٹھہریں گے اور جب موقعہ ملے گا۔ پہاڑ پر چڑھ جائیں گے۔ اس کے پاس پہاڑی آلات بھی موجود تھے۔ اور اسے یقین تھا کہ اگر بدقسمتی سے ترکی دستہ نے پکڑ لیا تو وہ کوہ پیمائی کے شوق کا سہارا لے کر چھوٹ جائیں گے۔

کوہ جودی کے قریب پہنچ کر وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں رہنے لگے۔ اسی اثناء میں ان کا بچہ بیمار ہو گیا۔ موسم بڑا اچھا تھا اور حالات خاصے سازگار تھے۔ نوارا پہاڑ پر چڑھنے کے لیئے تیار بیٹھا تھا۔ لیکن بچّے کی علالت نے قدم روک دیئے تھے۔

نوارا کی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا۔

"تم جاؤ فرنن موسم بڑا خوشگوار ہے تمہیں یہ موقع ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیئے بچّہ کی فکر نہ کرو۔ اس کی حالت خطرناک نہیں"۔

اگلی صبح کو نوارا اپنے گیارہ سالہ لڑکے رافیل کو ہمراہ لے کر کوہ جودی کی طرف روانہ ہوا رافیل اگرچہ بچہ تھا۔ مگر وہ پہاڑ پر چڑھنے کا عادی تھا اور دونوں نے آپس میں رسہ باندھ کر پہاڑ پر چڑھنا شروع کیا اور دو روز متواتر چڑھائی کرتے رہے تیسرے روز سہ پہر کو وہ گلیشیر کے قریب پہنچے۔ جہاں نوارا نے کشتی کی جھلک دیکھی تھی۔ لیکن بدقسمتی سے وہاں اب برف کے ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ نوارا ایک سرد آہ بھر کر برف کے ایک تودے پر سر جھکا کر بیٹھ گیا۔ اب اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ کشتئ نوحؑ کو کسی اور جگہ تلاش کرے۔ پھر کھانا بھی تھوڑا رہ گیا تھا اور اسے بہر حال دو روز تک گھر واپس پہنچ جانا چاہیئے تھا

نوارا ان ہی خیالات میں مستغرق تھا۔ کہ کہ اس کے کانوں میں رافیل کی آواز گونجی۔

ابا۔ وہ رہی کشتی ... برف کے ٹیلے کے پاس

نوارا چونک سا پڑا اور اس نے رافیل کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچ لیا۔ رافیل بدستور خوشی سے چیخ رہا تھا اور اب اس کی خوشی میں نوارا بھی شریک تھا اور بالآخر انہوں نے کشتئ نوحؑ کا پتہ لگا لیا تھا۔

اس اثناء میں رات کی تاریکی اور برفباری شروع ہو گئی۔ دونوں باپ بیٹا رات گزارنے کے لیئے ایک غار میں داخل ہو گئے۔ اور دونوں یوں ہی بیٹھے بیٹھے سو گئے۔

صبح جب وہ غار سے نکلے تو انہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ موسم نسبتاً زیادہ گرم تھا وہ اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھے اور نوارا نے کھدائی شروع کی۔ برف زیادہ سخت نہ تھی اور وہ چند منٹ میں برف کی موٹی تہ اتارنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اس کے نیچے سے کیا کچھ نکلا — سیاہ کیچڑ آلود پانی

اتنے میں رافیل نے اپنا ہاتھ اس کیچڑ پانی میں ٹھونس دیا اور کہا

ابا دیکھیئے تو سہی یہ لکڑی ہے۔

وہ چلایا اور سچ مچ وہ لکڑی تھی۔

حیرت انگیز طور پر نرم۔ دونوں باپ بیٹوں میں اتنی سکت نہ تھی اور نہ ان کے پاس اوزار کہ وہ زیادہ کھدائی کر سکتے۔ آخر انہوں نے مجبوراً طور پر لکڑی کاٹنا شروع کیا اور دوپہر تک وہ پانچ فٹ لمبا ٹکڑا کاٹ چکے تھے۔

انہوں نے کشتی کو تلاش کر لیا تھا اور انھیں یقین تھا کہ یہ حضرت نوحؑ ہی کی کشتی ہے جو انہوں نے اپنے نیک بندوں کو طوفان سے محفوظ رکھنے کے لیئے خدا کے حکم سے تیار کی تھی یہ کشتی کوہ جودی کی چوٹی سے ۳۰ ہزار فٹ اور ایجرٹن میکز کے بتائے ہوئے مقام سے ایک ہزار فٹ کے فاصلہ پر پائی گئی۔

نوارا کشتئ نوحؑ کا ٹکڑا لے کر جب پہاڑ سے نیچے اُترا اور اپنی کار کے قریب پہنچا تو ترکی فوجی دستہ نے اُسے پکڑ لیا۔ لیکن چند گھنٹے بعد ہی اُسے چھوڑ دیا۔ فوجی دستہ نے ایک سادہ لوح فرانسیسی اور اُس کے گیارہ سالہ بچے سے چند باتیں کرتے ہی یہ جان لیا تھا کہ یہ لوگ خطرناک آدمی نہیں۔ خوش قسمتی سے فوجی افسروں نے اس لکڑی کے بارے میں کوئی استفسار نہیں کیا جو نوارا اپنے تھیلے میں رکھ کر لا رہا تھا۔ نوارا بتاتا ہے کہ اب کوہ جودی پر کشتئ نوحؑ کا جو ڈھانچہ پڑا ہوا ہے وہ پانچ فٹ لمبا ہے اور برف میں سے صاف نظر آ رہا ہے۔ اس کی شکل جہاز جیسی نہیں بلکہ ایک لمبے ڈھانچے جیسی ہے جو بوجھ کی وجہ سے برف میں دھنسا ہوا ہے — اور اب نوارا کی تمنا ہے کہ وہ ایک زبردست مہم لے کر کوہ جودی پر جائے اور پانچ ہزار سال پرانی کشتی کے سارے ڈھانچے اٹھا کر لے آئے۔

رجسٹرڈ ایل ۶۰۴۷
قیمت ۲؍
منظور شدہ محکمہ تعلیم
۱۔ لاہور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری ۱۶۳۳۱/۹ مورخہ ۳ مئی سنہ ۱۹۵۶ء
ایڈیٹر عبد المنان چوہان
۲۔ پشاور ڈویژن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C. ۲۷-۳۰ ۲۴۸۱ مورخہ ۴ ستمبر سنہ ۱۹۵۶ء
بدل اشتراک
سالانہ للعہ
ششماہی ۶